

گل کاغذ گوس خوبی گلشن میں سجایا ہے
اس صیاد نے بلبل کو بھی اُلو بنایا ہے

سر سید احمد خان اصلی روپ

منظر اہلسنت علامہ مولانا
مفتی راشد محمود رضوی مدظلہ العالی

مکتبہ نور بصیرت کراچی

سر سید احمد خان کا

اصلی روپ

تالیف

علامہ مولانا مفتی محمد راشد محمود قادری رضوی

ناشر

مکتبہ نور بصیرت

اللَّهُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
نَحْنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(جملہ حقوق محفوظ)

فہرست

۷	وجہ تالیف	نام کتاب	سر سید احمد خان کا اصلی روپ
۹	مقدمہ	تالیف	مولانا مفتی محمد راشد محمود قادری رضوی
۱۴	باب: سر سید احمد خان کا تعارف	صفحات	۱۲۸
۱۴	۱- تعلیم	تاریخ اشاعت	فروری ۲۰۱۳ء / ربیع الاخر ۱۴۳۲ھ
۱۴	۲- بچپن کی عادات	تعداد	گیارہ صد
۱۵	۳- غفوان شباب	ناشر	مکتبہ نور بصیرت لاہور
۱۵	۴- سر سید اور اس کی شرارتیں	قیمت	150/- روپے
۱۶	۵- سر سید ناناچ مجرے اور کبوتر بازی		
۱۷	۶- سر سید کے خاندان و مذہبی حالات		
۱۹	۷- سر سید انگریز کا تنخواہ خواہ		
۱۹	باب: کیا سر سید دوقومی نظریے کا حامی تھا؟		
۲۰	۱- جذبہ جہاد سر د کرنے اور مسلمانوں کو انگریز بہادر کی چوکھٹ پر جھکانے کا عظیم منصوبہ		
۲۱	۲- یہود و نصاریٰ کے بارے میں قرآنی فیصلہ		
۲۲	۳- سر سید احمد خان کی انگریز نوازی		
۲۲	۴- انگلش گورنمنٹ سر سید کے لئے خدا کی رحمت		
۲۵	۵- غلام کذاب اور سر سید میں مماثلت		

ملنے کے پتے

۱- دارالنور دربار مارکیٹ	۲- فضل حق پبلی کیشنز دربار مارکیٹ
۳- کرمانوالہ بک شاپ دربار مارکیٹ	۴- مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ
۵- مسلم کتابوی دربار مارکیٹ	۶- نعیمیہ بک شال اردو بازار
۷- مکتبہ غوثیہ ہول سیل کراچی	۸- مکتبہ برکات المدینہ کراچی

- ۶- سرسید اور اہل کلیسا کا نظام تعلیم ۳۰
- ۷- انگریزی نظام تعلیم کا مقصد کیا تھا؟ ۳۲
- ۸- لارڈ میکالے ۳۲
- باب علی گڑھ کالج اور انگریزی نظام تعلیم علماء امت کی نظر میں ۳۴
- ۱- امام محمد مکملین مرد درجہ بد حق پرست علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ ۳۴
- ۲- امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کی نظر میں علی گڑھ کالج اور انگریزی نظام تعلیم ۳۴
- ۳- حضرت پیر سید مر علی شاہ صاحب گولڑوی علیہ الرحمۃ کی نظر میں ۳۷
- انگریزی نظام تعلیم ۳۷
- ۴- فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمۃ کی نظر میں ۳۷
- ۵- حکیم الامت مفسر قرآن مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی علیہ الرحمۃ کی نظر میں ۳۷
- ۶- فاضل شہیر علامہ مولانا عبدالحکیم اختر شاہجانی پوری علیہ الرحمۃ کی نظر میں ۳۸
- ۷- مولانا ابوالشیر محمد صالح صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں ۳۹
- ۸- دیوبند مکتبہ فکر کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کی نظر میں ۴۳
- ۹- دیوبندی شیخ الحدیث مولوی ادریس کاندھلوی کی نظر میں انگریزی نظام تعلیم ۴۴
- ۱۰- ڈاکٹر اقبال کی نظر میں ۴۵
- ۱۱- معروف شاعر اکبر الہ آبادی کی نظر میں انگریزی نظام تعلیم ۴۶
- باب: سرسید احمد خان کی اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخیاں ۴۸
- ۱- مسئلہ تقدیر کا انکار ۴۸
- ۲- خدا نہ ہندو ہے نہ عرفی ۴۸
- ۳- صحابہ تابعین تبع تابعین کی شان میں گستاخی ۴۸
- ۴- خدا تعالیٰ کی شان میں گستاخیاں ۴۸

- ۵- وجود جبریل اور قرآن مجید (وحی) کے کلام الہی ہونے کا انکار ۳۹
- ۶- جنت کا انکار اور جنت کی نعمتوں سے مذاق ۵۱
- ۷- فرشتوں کے وجود کا انکار ۵۷
- ۸- جنات اور شیطان کے وجود کا انکار ۸۵
- ۹- معجزات انبیاء کا انکار ۹۴
- ۱۰- قدرت خداوندی کا انکار ۹۷
- ۱۱- حجر اسود کی عظمت سے انکار ۱۰۳
- ۱۲- ارکان حج وحشی قوموں کی عبادت ہیں ۱۰۷
- ۱۳- احرام زمانہ جاہلیت کا وحشیانہ لباس بڑھے خدا پرست (ابراہیم) کی عبادت ہے (معاذ اللہ) ۱۰۸
- ۱۵- کعبہ شریف میں کوئی برکت نہیں اور نہ طواف کعبہ سے کچھ حاصل ہوتا ہے ۱۰۸
- ۱۶- حیات شہداء کا انکار ۱۱۱
- ۱۷- جن پرندوں کو عیسائیوں نے گلا گھونٹ کر مار دیا وہ حلال نہیں ۱۱۲
- باب: سرسید احمد خان اپنوں اور غیروں کی نظر میں
- ۱- اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان محدث بریلوی رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ۱۱۵
- ۲- مصنف تفسیر حقانی جناب مولوی عبدالحق دہلوی صاحب کا فتویٰ: ۱۱۸
- ۳- غیر مقلد مکتبہ فکر کے علامہ ثناء اللہ امرتسری کا فتویٰ ۱۱۹
- ۴- غیر مقلد عالم عبداللہ روپڑی کا فتویٰ ۱۱۹
- ۵- غیر مقلد مفسر صلاح الدین یوسف کا فتویٰ ۱۱۹
- ۶- وہابی مولوی عبدالرحمن کیلانی کا فتویٰ ۱۲۰
- ۷- وہابی مولوی فیض عالم صدیقی کا فتویٰ ۱۲۰
- ۸- غیر مقلد مولوی فضل الرحمن بن میاں محمد ۱۲۱

- ۹- دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی کا فتویٰ ۱۲۲
- ۱۰- یوسف بنوری دیوبندی کا فتویٰ ۱۲۳
- ۱۱- وہابی ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کا فتویٰ ۱۲۳
- ۱۲- مولوی عبدالحی لکھنوی کا فتویٰ ۱۲۵
- ۱۳- ہندوستان کے علماء کا سرسید کے کفر پر اجماع ۱۲۵
- ۱۴- مکہ شریف میں مذاہب اربعہ کے چاروں مفتیوں کا فتویٰ ۱۲۵
- ۱۵- مدینہ شریف کے شیخ محمد امین بابی مفتی احناف کا فتویٰ ۱۲۵

وجہ تالیف

سرسید احمد خان علی گڑھ ضروریات دین کا منکر تھا۔ اس نے جنت، دوزخ، وجود ملائکہ و وجود جناب، معجزات انبیاء اور قرآن کریم کے وحی الہی ہونے کا انکار کیا۔ انگریز بہادر سے وظیفے اور تنخواہیں وصول کیں اور قوم کو علوم دینیہ، عربی و فارسی سے ہٹا کر انگریزی نظام تعلیم کی طرف موڑا۔ (تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ اگلے صفحات میں)

لیکن افسوس کہ آج مسلمانوں کے بچوں کو سکول و کالج دیوبورسٹی میں سرسید احمد خان کا اصلی روپ دکھانے کی بجائے سرسید احمد کو ان کے سامنے قوم کا ہیرو اور محسن بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔

بندہ ناچیز نے یہ چند اوراق اس لیے تحریر کئے ہیں تاکہ قوم کے بچوں کو بتایا جائے کہ جس کو اسلام کا ہیرو اور قوم کا محسن و وفادار بنا کر پیش کیا جاتا ہے اس کا اصل چہرہ یہ ہے کہ وہ وفادار نہیں بلکہ غدار تھا۔

(۲) اس کتاب کو لکھنے کی دوسری وجہ ایک واقعہ بھی ہے کہ کچھ عرصہ قبل لاہور کے ایک دارالعلوم میں ایک تقریری مقابلہ ہوا جس میں ملک کے مختلف جامعات اور پنجاب یونیورسٹی کے کچھ اسٹوڈنٹس نے بھی شرکت کی۔ اسی تقریری مقابلہ کی غالباً آخری تقریر میں پنجاب یونیورسٹی کے ایک اسٹوڈنٹ نے کچھ اس طرح کہا کہ:

”دیکھو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے بدوؤں کو علم دیا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مان لیا جبکہ سرسید احمد خان نے ہندوستانی مسلمانوں کو علم دیا تو مولویوں نے سرسید احمد خان کو کافر کہہ دیا۔

اس لڑکے کی تقریر کے بعد مصنفین میں سے ایک صاحب نے جو کہ ایک معروف

دینی درس گاہ کے سینئر مدرس تھے کہا

ہمارے علماء نے سرسید احمد خان کو کافر نہیں کہا۔ یہ جملہ سنتے ہی میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ جب سرسید احمد خان کے بارے میں معروف علماء کی معلومات کا یہ عالم ہے تو عوام بچاروں کو کیا پتہ ہوگا لہذا بندۂ ناچیز نے اس موضوع پر لکھنے کا عزم مصمم کر لیا۔

(۳) تیسری وجہ یہ کہ علماء اہل سنت و جماعت خصوصاً شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ مولانا امام احمد رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی پر مخالفین اہلسنت ہمیشہ سے یہی الزام لگاتے آئے ہیں کہ معاذ اللہ تعالیٰ۔ وہ مسلمان کو کافر کہہ دیتے تھے۔

ان مخالفین اہلسنت و جماعت میں سے سرفہرست مشہور متعصب دیوبندی مناظر الیاس گھمن ہے جس نے اپنی ایک کتاب فرقہ بریلویت پاک و ہند کا تحقیقی جائزہ میں فرقہ بریلویہ اور تکفیر المسلمین کا عنوان قائم کر کے صفحہ ۵۰۲ پر یہ رونا رویا ہے کہ دیکھو جی ہمارے سرسید احمد خان کو بھی کافر کہہ دیا۔ تکفیر المسلمین کے عنوان ہی سے پتہ چلتا ہے۔ اس باب میں ان لوگوں کی تکفیر کا ذکر ہوگا جو دیوبندی مولوی الیاس گھمن صاحب کے نزدیک تو مسلمان ہیں لیکن اہلسنت و جماعت کے علماء نے انہیں کافر کہا ہے۔

ان شاء اللہ تعالیٰ بندہ اس کتاب میں دلائل کی روشنی میں ثابت کرے گا کہ سرسید احمد خان علی گڑھی وہ آدمی ہے جس کو خود علماء دیوبند نے بھی کافر کہا ہے۔ اگر دیوبندی مناظر الیاس گھمن سرسید احمد خان کو کافر سمجھتا ہے پھر تکفیر المسلمین کے باب میں اس کا ذکر کرنا وجل نہیں تو اور کیا ہے اگر اسے مسلمان ہی سمجھتا ہے تو پھر میدان میں آئے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوگا اور پتہ چلے گا کہ سرسید احمد خان نے کیا کہا؟

قارئین اس کتاب کو لکھنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ لوگوں کو بتایا جائے کہ علماء اہل سنت نے سرسید احمد خان کی تکفیر کیوں کی؟

راشد محمود رضوی غفرلہ

مقدمہ

ضروریات دین وہ ہیں جن کا ثبوت قرآن کریم یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی قطعیات الدالات واضحۃ الافادات سے ہوتا ہے جن میں نہ شبہ کی گنجائش نہ تاویل کو راہ اور ان کا منکر یا ان میں باطل تاویلات کا مرتکب کافر ہوتا ہے۔

وہ آدمی جو ضروریات دین یعنی ذات و صفات باری تعالیٰ و نبوت و رسالت انبیاء و مرسلین و کتب سماوی و ملائکہ و جن بعث و نشر قیام قیامت جنت دوزخ سوال منکر و نکیر حساب و کتاب و وزن اعمال کا انکار کرے یا اس میں من مانی تاویل کرے ایسے آدمی کے بارے میں فقہاء اسلام فرماتے ہیں وہ کافر ہے اور

من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر

جو بندہ ایسے کافر کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

(الدر المختار کتاب الجہاد باب المرتد ۲۵۶/۱ فتاویٰ ہندیہ ۶/۲۲۲)

اس کے علاوہ فتاویٰ خیرہ و مجمع الأنهر و شفاء القمام و بحر الرائق الاعلام بقوا طبع الاسلام وغیرہ کتب معتمدہ میں تصریح موجود ہے۔

قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمۃ شفاء شریف میں فرماتے ہیں:

و کذا لا یمن من انکر الجنة او النار او البعث او الحساب او
القیامۃ فهو کافر باجماع النص علیہ و اجماع الامۃ علی
صحۃ نقلہ متواترا و کذا لا یمن من اعترف بذالك و لکنہ قال
ان المراد بالجنة والنار والحشر والنشر والثواب والعقاب

معنی غیر ظاہرہ۔

اسی طرح جو شخص بہشت یا دوزخ یا مردوں کے اپنے اپنے جسموں کے ساتھ زندہ ہو کر اٹھنے یا حساب یا قیامت کا انکار کرے تو وہ اجماعاً کافر ہے کیونکہ ان امور پر قرآن پاک و احادیث شریفہ میں کھلے ہوئے روشن ارشادات موجود ہیں اور تمام امت کا اجماع ہے کہ یہ امور صحیح طور پر تواثر کے ساتھ منقول ہوتے ہوئے ہم تک پہنچے ہیں اور اسی طرح وہ شخص بھی قطعاً و اجماعاً کافر ہے جو ان لفظوں کا تو اقرار کرے لیکن یہ کہے کہ جنت و دوزخ وحشر و نشر و ثواب و عذاب سے ایسے معنی مراد ہیں جو ان کے ظاہر الفاظ سے سمجھ میں نہیں آتے ہیں اور حقیقت میں تو روحانی لذتیں اور باطنی معنی ہیں۔

قارئین! ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ایمان و اسلام کا یہی تقاضا ہے کہ دین اسلام کے احکامات میں سے جو بات ہماری سمجھ میں آ جائے فہم۔

اور جو بات ہماری ناقص فہم سے ماوراء ہو اس میں خواہ مخواہ اپنی ناقص عقل کے گھوڑے دوڑانے سے بچیں اور اسے اللہ تعالیٰ کی ذات کے سپرد کر دیں۔

اور کہہ دیں اَلْمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا (آل عمران آیت ۷)

سب کچھ ہمارے رب کی طرف سے ہے سب پر ہمارا ایمان ہے۔

اور کہہ دیں سَمِعْنَا وَ اطَعْنَا (یعنی ہم نے سن لیا اور اطاعت کی)۔

اور یہی تصور کریں سنار کے چھوٹے سے ترازو پر اگر آلو اور گندم یا چاول کی بوریاں نہیں تولی جاسکتیں تو ہماری ناقص عقل کے اس چھوٹے سے ترازو پر احکام خداوندی کو بھی نہیں تولا جاسکتا۔

امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

”کسے کہ خواہد کہ جمیع احکام شرعیہ را معقول خود سازد و بادلہ عقلیہ برابر نماید

آں شخص منکر طور نبوت است علیہ ما مستحق“

یعنی جو شخص یہ چاہتا ہے کہ تمام احکام شرعیہ کو اپنی عقل سے سمجھ لے اور عقلی دلیلوں سے ان کو ثابت کرے وہ شان نبوت کا منکر ہے اور اس پر وہ عذاب نازل ہوگا جس کا وہ مستحق ہے۔

ناظرین اور اقا!

کیونکہ تمام احکامات شرعیہ کو اپنی عقل سے سمجھنا عام انسانی عقل کے بس کی بات نہیں۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے خارج اور ظاہر کے ادراک کے لیے حواس کو پیدا کیا اور معانی اور بواطن کے ادراک کے لئے عقل کو پیدا کیا۔ اسی طرح غیب کے ادراک کے لئے اللہ تعالیٰ نے نبوت کو پیدا کیا جس طرح صورت کا بغیر حواس کے اور معنی کا بغیر عقل کے انسان کی سمجھ میں آنا محال ہے اسی طرح غیب کی باتوں کا ادراک بغیر نبوت کے ناممکن ہے۔

اللہ کریم نے آنکھ کو دیکھنے کے لئے پیدا فرمایا ہے لیکن یہ آنکھ اس وقت تک نہیں دیکھ سکتی جب تک کہ خارجی نور اس کا معاون نہ ہو۔ اسی طرح عقل کو اللہ تعالیٰ نے معرفت کے لئے پیدا کیا ہے لیکن عقل اس وقت تک احکام ہدایت خداوندی کی معرفت نہیں پاسکتی جب تک آفتاب نبوت اس کا معاون نہ ہو۔

احکامات شرعیہ کو سمجھنے کے لئے صرف حواس اور عقل پر بھروسہ کرنا انتہائی بیوقوفی اور نادانی کی بات ہے کیونکہ حواس جو مشاہدہ کرتے ہیں ان میں کئی مرتبہ غلطی کر جاتے ہیں۔ مثلاً تجربہ سے ثابت ہے کہ ہم ریل میں بیٹھے ہوئے جب کہیں جاتے ہیں اور ریل اپنی پوری رفتار سے چل رہی ہوتی ہے تو ادھر ادھر کے درخت (جو زمین پر کھڑے ہوتے ہیں) بڑی تیزی سے چلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

بہر حال حواس غلطیاں کرتے ہیں اور عقل ان کی رہنمائی کرتی ہے لیکن بعض

اوقات عقل بھی مغالطہ کھا جاتی ہے۔

لہذا اللہ کریم نے اس عقل کی اصلاح کے لئے نبوت کو پیدا کیا جو مکمل احکامات خداوندی کا ادراک رکھتی ہے۔

اس مقام پر کسی کے ذہن میں یہ بات نہ آئے کہ احکامات خداوندی عقل سے خلاف ہیں نہیں بلکہ احکامات خداوندی تک عقل کی رسائی اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک نبوت اس کی معاون نہ ہو۔

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

”حساب و میزان و صراط حق ست کہ مخبر صادق علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام از اہل خبر دادہ۔ استبعاد بعضی از جاہلان طور نبوت از وجود ایں امور از چیز اعتبار ساقط ست چہ طور نبوت و رائے طور عقل ست آنجا معاملہ بر تقلید ست ندانند کہ طور نبوت مخالف طور عقل ست بلکہ طور عقل بے تائید انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات ہاں مطالب عالی نتواند مہند شد مخالف و دیگر ست و نادر سیدن دیگر چہ مخالفت بعد از رسیدن متصور بود و بہشت و دوزخ موجود اند بعد از محاسبہ روز قیامت گروہے را بہ بہشت خواهند فرستاد و گروہے را بدوزخ و ثواب و عذاب لہنہا ابدی ست کہ انقطاع ندارد کہ دلت علیہ الخصوص القطعیہ۔ (مکتوبات جلد اول ص ۳۲۳)

یعنی حساب و میزان و صراط حق ہیں کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خبر دی ہے اور بعض ایسے لوگوں کا جو شان نبوت سے جاہل ہیں ان چیزوں کے وجود سے تعجب کرنا پایا اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ مرتبہ عقل سے درجہ نبوت بلند و بالا ہے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی کچی خبروں کو عقل کی نظر کے ساتھ موافق کرنا درحقیقت شان نبوت کا انکار ہے۔ وہاں تو سارا مدار سن کر مان لینے ہی پر ہے یہ نہ سمجھیں کہ شعبہ نبوت درجہ عقل کے مخالف

ہے بلکہ قوت عقل بغیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی تائید کے ان بلند مطالب تک پہنچ ہی نہیں سکتی۔ مخالفت اور چیز ہے اور پہنچ نہ سکنا اور بات ہے کیونکہ مخالفت تو ان مقاصد تک پہنچ لینے کے بعد ہی تصور میں آ سکتی ہے اور بہشت و دوزخ دونوں موجود ہیں قیامت کے دن حساب ہو جانے کے بعد ایک گروہ کو بہشت میں بھیجیں گے اور ایک گروہ کو دوزخ میں اور ان کا ثواب و عذاب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے کہ ہرگز کبھی ختم نہ ہوگا جیسا کہ تائید فرمانے والے قطعی نصوص نے یہی بتایا ہے۔

ناظرین اور اراق!

سر سید احمد خان نے چونکہ عقائد و نظریات اسلام کو اپنی الٹی عقل اور رائے کے ذریعے بیان کیا ہے اس لئے مذکورہ باتوں کا مقدمہ میں بیان کرنا ضروری تھا جو بقدر ضرورت بیان کر دی گئیں۔

باقی سر سید احمد خان کے کفریہ عقائد اور ان کی دلائل کے ساتھ تردید اور سر سید احمد خان پر فتاویٰ جات آپ کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

راشد محمود رضوی

عقائد ربہ القوی

سر سید احمد خان کا تعارف

تعلیم

اکتوبر ۱۸۱۸ء کو دلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم قرآن پاک پڑھنے کے بعد مولوی حمید الدین سے حاصل کی جس میں کریم، خالق باری اور آمد نامہ وغیرہ رسائل پڑھے۔

الطاف حسین حالی نے اپنی کتاب حیات جاوید جو کہ سر سید کی حالات زندگی پر لکھی گئی، مستند کتاب ہے اس میں لکھا ہے کہ

سر سید نے شرح ملا، شرح تہذیب، میمنہ، مختصر المعانی اور مطول ما انا قلت تک پڑھی مگر طالب علموں کی طرح نہیں بلکہ نہایت بے پردائی اور کم تو جہی کے ساتھ۔ (حیات جاوید ص ۶۲)

ص ۹۹ پر لکھا ہے کہ انہوں نے قدیم یا جدید کسی طریقے میں پوری تعلیم نہیں پائی۔ ص ۱۲۵ پر ہے کہ نہ وہ واعظ تھا نہ فقیہ نہ محدث نہ معانی و بیان کا ماہر تھا نہ منطق و فلسفہ کا۔

بچپن کی عادات

سر سید اپنے کھیل کود کے زمانے میں بہت مستعد اور چالاک اور کسی قدر شوخ بھی تھے۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اکثر شوخی کیا کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ایک بار میں نے اپنے ایک رشتہ دار بھائی کو جو استنجا کر رہا تھا چپکے سے اس کے پیچھے جا کر چت کر دیا۔ اس کے سارے کپڑے خراب ہو گئے۔ وہ پتھر لے کر مجھے مارنے کو دوڑا اور کئی پتھر پھینکے مگر میں بچ گیا۔ آخر سب بھائیوں نے بیچ بچا کر کے صلح کرادی۔ اسی طرح ایک بار میں

شوخی کھیلنے میں اپنے ایک رشتہ دار بھائی سے لڑ پڑا۔ میرے مکے سے اس کے ہاتھ کی انگلی اتر گئی اور کئی دن بعد اچھی ہوئی۔ ہمیشہ یوں ہی لڑائی مار کٹائی ہوتی تھی مگر آخر کو سب ایک ہو جاتے تھے۔ (حیات جاوید ص ۵۸)

ابتداء میں وہ اکثر گیند بلا، گیتیاں، آنکھ چوٹی، چیل چلو وغیرہ کھیلتے تھے۔ (ص ۳۱)

عنفوان شباب

سر سید جس طرح بچپن میں شرارتوں کا عادی اور نہایت قبیح حرکتوں اور عادات کا مالک تھا اسی طرح جوانی میں بھی وہ عیاشی میں مست رہا۔ اس کا سوانح نگار حالی پانی پتی لکھتا ہے۔

سر سید کا عنفوان شباب نہایت زندہ دل اور رنگین صحبتوں میں گزرا تھا۔ وہ راگ رنگ کی مجلسوں میں شریک ہوتے تھے۔ باغوں کی سیر کو دوستوں کے ساتھ جاتے تھے اور وہ راگ رنگ اور دعوتوں کے جلسوں میں شامل ہوتے تھے۔ ہولی کے جلسوں اور تماشوں میں جاتے تھے۔ بسنت کے میلے جو موسم بہار کے آغاز میں درگاہوں پر ہوتے تھے وہاں جاتے تھے۔ ان کے نانا کی قبر پر جو بسنت کا میلہ ہوتا تھا وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ منظم و مہتمم ہوتے تھے۔ (حیات جاوید ص ۶۳-۶۲)

حالی لکھتا ہے: سر سید کا مذکورہ بالا مجلسوں اور صحبتوں میں شریک ہونا رنگ لائے بغیر نہ رہا اور وہ اس متعدی مرض کے اثر سے اپنے تائیں نہ بچا سکے۔ (حیات جاوید ص ۶۲)

سر سید اور اس کی شرارتیں

سر سید اپنے کھیل کود کے زمانے میں بہت مستعد اور چالاک اور کسی قدر شوخ بھی تھے۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اکثر شوخی کیا کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ایک بار میں نے ایک رشتہ دار بھائی کو جو استنجا کر رہا تھا چپکے چپکے اس کے پیچھے جا کر چت کر دیا۔ اس کے سارے کپڑے خراب ہو گئے۔ وہ پتھر لے کر مجھے مارنے کو دوڑا اور کئی پتھر پھینکے مگر میں

بچ گیا۔ آخر سب بھائیوں نے بچ بچاؤ کر کے صلح کرادی۔ اسی طرح ایک بار میں شطرنج کھیلنے میں اپنے ایک رشتے دار بھائی سے لڑ پڑا۔ میرے کے سے اس کے ہاتھ کی انگلی اتر گئی اور کئی دن بعد اچھی ہوئی۔ (حیات جاوید ص ۵۸)

سر سید تاج مگرے اور کبوتر بازی

اول اول تو جب کبھی سر سید کے سامنے ان کی لائف لکھنے کا ارادہ ظاہر کیا جاتا تھا تو وہ ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے کہ میری لائف میں سو اس کے کہ لڑکپن میں خوب کبڑیاں کھیلیں کنکڑے اڑائے کبوتر پالے تاج مگرے دیکھے اور بڑے ہو کر نیچری کافر اور بے دین کہلوائے اور رکھا ہی کیا ہے۔ (حیات جاوید ص ۳۷)

حالی پانی پتی لکھتا ہے:

اس زمانے میں خواجہ محمد اشرف ایک بزرگ دلی میں تھے۔ ان کے گھر پر بسنت کا جلسہ ہوتا تھا۔ شہر کے خواص وہاں مدعو ہوتے تھے۔ نامی نامی طوائفیں زرد لباس پہن کر وہاں آتی تھیں۔ مکان میں بھی زرد فرش ہوتا تھا۔ دلالان کے سامنے ایک چبوتر تھا جس میں حوض تھا۔ اس حوض میں زرد پانی ہی کے فوارے چھوٹے تھے۔ صحن میں جو چمن تھا اس میں زرد پھول کھلے ہوئے ہوتے تھے اور طوائف باری باری بیٹھ کر گاتی تھیں۔ سر سید کہتے تھے کہ میں ہمیشہ وہاں جاتا تھا اور اس جلسے میں شریک ہوتا تھا۔

(حیات جاوید ص ۶۳)

سر سید جیسے بڑھاپے میں بذلہ رخ تھے جوانی میں اس سے بھی زیادہ طرافت اور حاضر جوانی ان کی طبیعت میں تھی۔ دلی میں ایک مشہور طوائف شیریں جان نامی نہایت حسین تھی مگر سنا ہے کہ اس کی ماں بھدی اور سانولے رنگ کی تھی۔ ایک مجلس میں وہ اپنی ماں کے ساتھ مگرے کے لئے آئی تھی۔ سر سید بھی موجود تھے اور وہیں ان کے ایک قد حامی دوست بھی بیٹھے تھے۔ وہ اس کی ماں کو دیکھ کر بولے:

مادرش بسیار تلخ است

سر سید نے یہ مصرعہ پڑھا:

اگر چہ تلخ است ولیکن بر شیریں دارد (حیات جاوید ص ۶۳)

قارئین کرام! یہ ہے سر سید احمد خان علی گڑھی کی تعلیمی اور علمی حالت

سر سید کے خاندان و مذہبی حالات

سر سید کا بیان ہے کہ

میر نے ننھیال والے اگرچہ عام توہمات میں مبتلا نہ تھے مگر شاہ عبدالعزیز کے ہاں جو کچھ ہوتا تھا اس پر سب اعتقاد رکھتے تھے۔ شاہ عبدالعزیز اور ان کے ہاں کے اور بزرگ بچوں کو ایک گنڈا دیا کرتے تھے اور اس کے ساتھ ایک تعویذ ہوتا تھا۔ جس میں ایک ہندسہ یا حرف سفید مرغ کے خون سے لکھا جاتا تھا اور جس بچے کو دیا جاتا اس کو بارہ برس کی عمر تک انڈیا مرغی کھانے کی ممانعت ہوتی تھی۔ سید حامد اور سید محمود کو بھی ان کی ننھیال والوں نے وہ گنڈے پہنائے تھے۔ (حیات جاوید ص ۵۲)

سر سید کہتے تھے کہ اس زمانے میں جبکہ میرے مذہبی خیالات اپنی ذاتی تحقیق پر مبنی ہیں اب بھی میں اپنی والدہ کے عقائد میں کوئی ایسا عقیدہ جس پر شرک یا بدعت کا اطلاق ہو سکے نہیں پاتا۔ البتہ وہ یہ سمجھتی تھیں کہ قرآن پڑھ کر بخشے کا یا فاتحہ دلا کر کھانا تقسیم کرنے کا ثواب مردہ کو پہنچتا ہے مگر میں ان دونوں باتوں کا قائل نہیں ہوں۔ (حیات جاوید ص ۵۲)

سر سید کہتے تھے کہ میری تمام ننھیال کو شاہ عبدالعزیز اور ان کے خاندان سے عقیدت تھی مگر میری والدہ کو شاہ غلام علی صاحب سے بیعت اور عقیدت تھی۔

(حیات جاوید ص ۵۱)

قارئین کرام! یہ تھے چند وہ نظریات جو سر سید احمد خان کی نئی تحقیق اور نئے عقیدے نکالنے سے پہلے ان کے خاندان میں موجود تھے۔

پھر سر سید احمد خان نے اپنے خاندان کے عقائد و نظریات کو چھوڑ کر وہابی مذہب اختیار کیا اور وہابی مذہب اختیار کر کے جو گل کھلائے ملا حظہ فرمائیں۔

حالی پانی پتی لکھتا ہے:

لیکن ہم کو اس کتاب میں اس شخص کا حال لکھنا ہے جس نے چالیس برس برابر تعصب اور جہالت کا مقابلہ کیا ہے۔ تقلید کی جڑ کاٹی ہے۔ بڑے بڑے علماء اور مفسرین کو لتاڑا ہے۔ اماموں اور مجتہدوں سے اختلاف کیا ہے۔ قوم کے پکے پھوڑوں کو چھیڑا ہے اور ان کو کڑوی دوائیں پلائی ہیں جس کو مذہب کے لحاظ سے ایک گروہ نے صدیق کہا ہے تو دوسرے نے زندیق (بے دین) کا خطاب دیا ہے۔ (حیات جاوید ص ۳۶)

قارئین! چونکہ وہابی برٹش گورنمنٹ کے وفادار اور معتمد علیہ تھے اسی لئے سرسید احمد خان نے بھی برٹش گورنمنٹ کی وفاداری میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ چھوڑی۔ سرسید احمد خان اپنے آپ کو فخریہ طور پر وہابی کہتا اور انگریزوں کا وفادار ہونا ثابت کرتا تھا۔ سرسید وہابی اور انگریز کا وفادار تھا۔ جیسا کہ الطاف حسین حالی نے لکھا۔ سرسید کہتا تھا:

وہابی وہ ہے جو خالصاً خدا کی عبادت کرتا ہو، موحد ہو اور اس کا اسلام ہو اور نفسانی اور بدعت کی آمیزش سے پاک ہو۔ اس کو یہ کہنا کہ وہ ہمیشہ در پردہ تخریب سلطنت کی فکر میں اور چپکے چپکے منصوبے باندھا کرتا ہے اور غدر اور بغاوت کی تحریک کرتا ہے، محض تہمت ہے اور ہم اس وقت بہت سے ایسے آدمی نشان دے سکتے ہیں جو سرکار (انگریز) کے ایسے ملازم ہیں کہ ان سے زیادہ سرکار (انگریز) کا خیر خواہ اور معتمد کوئی نہیں۔ وہ اپنے تائیں علی الاعلان اور بے تامل فخریہ طور پر وہابی کہتے ہیں اور سرکار نے بے سوچے سمجھے ان کو معتمد علیہ نہیں گردانا بلکہ غدر کے زمانے میں جبکہ فتنہ کی آگ ہر طرف مشتعل تھی ان کی وفاداری کا سونا خوب اچھی طرح سے تایا گیا اور وہ خیر خواہی سرکار میں ثابت قدم رہے۔ اگر وہ جہاد کا وعظ کہتے ہوتے اور بغاوت و ہابیت کی اصل ہوتی تو جو کچھ ان سے ظہور میں آیا یہ کیونکر ظہور میں آتا۔ (حیات جاوید ص ۱۷۶-۱۷۷)

حالی لکھتا ہے:

سنا ہے جن دنوں بنگال میں وہابیوں کی تحقیقات اور تلاش ہو رہی تھی۔ ایک یورپی

معزز افسر سے جو اسی کام پر معمور تھا ریل میں سرسید سے مڈ بھٹڑ ہو گئی۔ دونوں آگرہ جاتے تھے اور سرسید کو معلوم ہو گیا تھا کہ یہ افسر وہابیوں کی تلاش پر معمور ہے۔ اس افسر نے ان سے پوچھا کہ آپ کا کیسا مذہب ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہابی مسلمان ہوں۔ پھر اس نے اس کا پتہ دریافت کیا۔ انہوں نے صحیح صحیح بیان کر دیا۔ جب ریل آگرہ پہنچی دونوں اتر کر اپنے اپنے ٹھکانے چلے گئے پھر سرسید بٹن صاحب کمشنر آگرہ سے ملنے کو گئے۔ اتفاق سے وہ افسر انہی کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا اور ان سے ذکر کر چکا تھا کہ اس حلیے اور اس نام کا ایک وہابی مسلمان فلاں جگہ ٹھہرا ہوا ہے۔ اب صاحب کمشنر نے افسر مذکور کو بلا کر کہا کہ لو یہ تمہاری آسامی حاضر ہے۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ یہ شخص باوجود وہابی ہونے کے بڑا خیر خواہ سرکار ہے تو اسے نہایت تعجب ہوا اور سب بہت دیر تک اس بات پر ہنستے رہے۔ (حیات جاوید ص ۲۱۷)

سرسید انگریز کا تنخواہ خوار

الطاف حسین حالی لکھتا ہے:

جو شخص سرسید کی طبیعت اور جبلت سے واقف ہو گا وہ اس بات کو بآسانی باور کریگا کہ جو کچھ غدر کے زمانے میں گورنمنٹ کی خیر خواہی اور وفاداری ان سے ظہور میں آئی وہ کسی خلعت یا انعام وغیرہ کی توقع پر مبنی نہ تھی۔ وہ بڑا انعام اپنی خدمت کا یہی سمجھتے تھے کہ اس نازک وقت میں ان سے کوئی امر اخلاق اور شرافت اور اسلام کی ہدایت کے خلاف سرزد نہیں ہو گا مگر گورنمنٹ نے خود ان کی خدمات کی قدر کی اور ان کے صلے میں ایک خلعت قیمتی ایک ہزار روپے کا اور دوسرو پے ماہوار کی پولیٹیکل پنشن دونوں تک مقرر کی۔ (حیات جاوید ص ۹۲)

کیا سرسید دو قومی نظریے کا حامی تھا؟

قارئین کرام! بہت سے لوگ سرسید احمد خان کو دو قومی نظریے کا داعی ثابت کرتے

ہیں لیکن حقیقت اس کے برعکس تھی۔

مندرجہ ذیل پیرا پڑھ کر آپ خود ہی فیصلہ کر لیں کہ کیا سرسید احمد خان دوقومی نظریہ کا حامی تھا۔
حالی لکھتا ہے:

پھر آگے چل کر انہوں نے کہا کہ قوم کا لفظ ملک کے باشندوں پر بولا جاتا ہے گوان میں بعض خصوصیتیں بھی ہوتی ہیں۔ اے ہندو مسلمانو! کیا تم ہندوستان کے سوا اور کسی ملک کے رہنے والے ہو؟ کیا اسی سرزمین پر تم دونوں نہیں بستے؟ کیا اسی زمین میں تم دفن نہیں ہوتے؟ کیا اسی زمین کی گھاٹ پر تم جلائے نہیں جاتے۔ اسی پر مرتے ہو اسی پر جیتے ہو تو یاد رکھو کہ ہندو اور مسلمان ایک مذہبی لفظ ہے ورنہ ہندو مسلمان اور عیسائی بھی جو اسی ملک میں رہتے ہیں اسی اعتبار سے ایک قوم ہیں۔ (حیات جاوید ص ۳۱)

غور کیجئے ہندو مسلم اور عیسائی کو ایک قوم کہنے والا دوقومی نظریے کا حامی کیسے ہو سکتا ہے۔ فہم و تدبر۔

جذبہ جہاد سر د کرنے اور مسلمانوں کو انگریز بہادر کی چوکھٹ پر

جھکانے کا عظیم منصوبہ

الطاف حسین حالی سرسید کا بیان یوں نقل کرتا ہے۔

اور بتایا ہے کہ جو مسلمان انگریزی گورنمنٹ کی رعایا اور مستامن ہیں اور اپنے فرائض مذہبی بلا مزاحمت ادا کرتے ہیں وہ شریعت اسلام کی رو سے بمقابلہ انگریزوں کے نہ جہاد کر سکتے ہیں نہ بغوت اور نہ کسی قسم کا فساد ان کو ہندوستان میں انگریزی گورنمنٹ کے زیر حکومت اسی اطاعت و فرمانبرداری سے آزرے مذہب اسلام کے رہنا واجب ہے۔ جیسا کہ ہجرت اولیٰ میں مسلمان حبش میں جا کر عیسائی بادشاہ کے زیر حکومت رہتے تھے۔ (حیات جاوید ص ۱۷۶)

یہود و نصاریٰ کے بارے میں قرآنی فیصلہ

مسلمانوں! قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمادیا:
اور ہرگز تم سے یہود اور نصاریٰ راضی نہ ہوں گے جب تک تم ان کے دین کی پیروی نہ کرو۔ (کنز الایمان سورۃ بقرہ پارہ ۲ آیت ۱۲۰)
اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ (سورۃ مائدہ پارہ ۶ آیت ۵۱)
مومنو! سنو! تمہارا رب عز و جل فرماتا ہے:
اے ایمان والو! غیروں (کافروں، منافقوں) کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں کرتے۔ ان کی آرزو ہے جتنی ایذا تمہیں پہنچے
بیران کی باتوں سے جھلک اٹھا اور وہ جو سینے میں چھپائے ہیں اور بڑا ہے۔
ہم نے نشانیاں تمہیں کھول کر سنادیں اگر تمہیں عقل ہو۔

(پارہ ۲ سورۃ آل عمران آیت ۱۱۸)

اے مومنو! تمہارا رب عز و جل کیا فرماتا ہے:

اے ایمان والو! اگر تم کچھ کتابیوں کے کہنے پر چلے تو وہ تمہارے ایمان کے بعد تمہیں کافر کر چھوڑیں گے۔ (سورۃ آل عمران پارہ ۲ آیت ۱۰۰)

مسلمانوں! دیکھو! اللہ تبارک و تعالیٰ نے کتنا واضح انداز میں مومنوں کو خبردار کر دیا کہ یہود و نصاریٰ کبھی بھی تم سے راضی نہیں ہو سکتے۔ ایمان والو! ان کو دوست نہ بناؤ۔ یہ تمہاری برائی میں کمی نہ کریں گے۔ لیکن اس کے باوجود بھی سرسید احمد خان نے مسلمانوں کو انگریز بہادر کی چوکھٹ پر جھکانے اور مسلمانوں کو انگریز نواز بنانے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ چھوڑی۔ خود بھی ساری زندگی برٹش گورنمنٹ کی کاسہ لیلیٰ کی اور مسلمانوں کو بھی اس لعنت میں مبتلا کرنے کی کوشش کی۔

سر سید احمد خان کی انگریز نوازی حالی لکھتا ہے:

ہم (سر سید احمد خان) جو یہ لکھتے ہیں کہ ہماری منصف گورنمنٹ مسلمان کے ساتھ ہے۔ اس کی بہت روشن دلیل یہ ہے کہ ہماری قدردان گورنمنٹ نے خیر خواہ مسلمانوں کی کیسی قدر و منزلت اور عزت و آبرو کی۔ انعام و اکرام اور بخش و جاگیر سے نہال کر دیا۔ ترقی عہدہ اور افزونی مراتب سے سرفراز کیا ہے۔ پھر کیا یہ ایسی بات نہیں ہے کہ مسلمان نازاں ہوں اور اپنی گورنمنٹ کے شکر گزار اور شاخاں رہیں۔ (حیات جاوید ص ۱۰۹)

الطاف حسین حالی لکھتا ہے:

ان (سر سید) کی نہایت پختہ رائے تھی کہ ہندوستان کے لئے انگلش گورنمنٹ سے بہتر۔ گو کہ اس میں کچھ نقص بھی ہو کوئی گورنمنٹ نہیں ہو سکتی اور اگر امن و امان کے ساتھ ہندوستان کچھ ترقی کر سکتا ہے تو انگلش گورنمنٹ ہی کے ماتحت رہ کر کر سکتا ہے۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ ہندوستان کی حکومت کرنے میں انگریزوں کو متعدد لڑائیاں لڑنی پڑی ہوں مگر درحقیقت نہ انہوں نے یہاں کی حکومت بزور حاصل کی اور نہ مکر فریب سے بلکہ درحقیقت ہندوستان کو کسی حاکم کی اصلی معنوں میں ضرورت تھی۔ سو اسی ضرورت نے ہندوستان کو ان کا محکوم بنا دیا۔ (حیات جاوید ص ۶۸۲)

مزید سنئے:

مسلمان انگریزی گورنمنٹ کی رعایا اور مستامن ہیں اور اپنے فرائض مذہبی بلا مزاحمت ادا کرتے ہیں وہ شریعت اسلامیہ کی رو سے بمقابلہ انگریزوں کے نہ جہاد کر سکتے ہیں نہ بغاوت۔ نہ کسی قسم کا فساد۔ (حیات جاوید ص ۱۷۶)

انگلش گورنمنٹ سر سید کے لئے خدا کی رحمت

سر سید لکھتا ہے:

انگلش گورنمنٹ ہندوستان میں خود اس فرقے کے لئے جو وہابی کہلاتا ہے ایک رحمت ہے۔ جس طرح ہندوستان میں کل مذہب کے لوگوں کو کامل آزادی ہے جو سلطنتیں اسلامی کہلاتی ہیں ان میں بھی وہابیوں کو ایسی آزادی مذہب ملنا مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ سلطان کی عملداری میں وہابی کار ہنا مشکل ہے۔ (مقالات سر سید حصہ نہم مطبوعہ لاہور ص ۲۱۲)

سر سید احمد خان لکھتا ہے:

وہابی جس آزادی مذہب سے انگلش گورنمنٹ کے سایہ عاطفت میں رہتے ہیں دوسری جگہ ان کو میسر نہیں۔ ہندوستان ان وہابیوں کے لئے دارالامن ہے۔

(مقالات سر سید حصہ نہم مطبوعہ لاہور ص ۲۱۲)

سر سید کے نزدیک گورنمنٹ برطانیہ عادل اور منصف حکومت تھی۔ الطاف حسین حالی نے سر سید احمد خان کا بیان یوں نقل کیا:

الہی! تیرا بہت بڑا احسان اپنے بندوں پر یہ ہے کہ اپنے بندوں کو عاقل اور منصف حاکموں کے سپرد کرے سو برس تک تو نے اپنے ان بندوں کو جن کو تو نے خطہ ہندوستان میں جگہ دی ہے اسی طرح عادل اور منصف حاکموں کے ہاتھ میں ڈالا۔ پچھلے کم بخت برسوں میں جو بسبب نہ ہونے ان حاکموں کی ہماری شامت اعمال پیش آئی۔ اب تو نے ان کا عوض کیا پھر وہی عادل اور منصف حاکم ہم پر مسلط کئے۔ تیرے اس احسان کا ہم دل سے شکر ادا کرتے ہیں۔ تو اپنے فضل سے اس کو قبول کر۔ (حیات جاوید ص ۱۰۳)

مسلمانوں! اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن مجید میں خلاف ما انزل اللہ فیصلے کرنے والے کو کافر فاسق اور ظالم کی ڈگریاں دے رہا ہے لیکن سر سید احمد خان ان کو عادل اور منصف کہہ رہا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے وہی لوگ کافر ہیں۔

(سورۃ مائدہ پارہ ۲ آیت ۴۳)

اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

(سورۃ مائدہ پارہ ۲ آیت ۳۵)

اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں تو وہی لوگ فاسق ہیں۔

(سورۃ مائدہ پارہ ۶ آیت ۴۷)

قارئین! کافر تو کافر اگر کوئی مسلمان کلمہ گو بھی خلاف ما انزل اللہ حکم کرے تو ہمارے علماء نے اس کو بھی عادل کہنے والے کی تکفیر فرمائی ہے۔

امام علم الہدیٰ ابو منصور ماتریدی قدس سرہ سے ہے۔

من قال لسلطان زماننا عادل فقد کفر۔

ترجمہ: جس نے ہمارے زمانے کے سلطان کو عادل کہا اس نے کفر کیا۔

(فتاویٰ عالمگیری کتاب البیرواتب السبع جلد ۲ ص ۲۸۱ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور)

قارئین! مختصر طور پر سرسید احمد خان کی انگریز نوازی کو بیان کر دیا گیا۔ آخر میں یہ بات کہنا چاہوں گا کہ غلام جتنا مرضی کہے میں اپنے آقا کا وفادار ہوں اور ساری زندگی اپنے کہے کی تصدیق بھی کرتا رہے یہ اس کے وفادار ہونے کی دلیل ضرور ہے لیکن اگر آقا خود اس کی وفاداری اور اطاعت شعاری کا اعتراف کر لے تو یہ اس کے وفادار ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے۔ چنانچہ

سپیشل کمشنر اور جج مسٹر کری کرافٹ و پس نے سرسید احمد خان کی وفاداری گورنمنٹ کو بیان کرتے ہوئے کہا:

تم (سرسید) ایسے نمک حلال نوکر ہو کہ ایسے نازک وقت (۱۸۵۷ء) میں تم نے سرکار کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ سرکار نے بھی تم کو اپنا خیر خواہ اور نمک حلال نوکر جان کر کمال اعتماد کے ساتھ ضلع بنجور کی حکومت تم کو سپرد کی اور تم اسی طرح نمک حلال اور وفادار سرکار کے رہے۔ اس کے صلے میں اگر تمہاری ایک تصویر بنا کر پشت ہاپشت کی یادگاری اور تمہاری اولاد کی عزت اور فخر کے لئے رکھی جائے تو بھی کم ہے۔ (حیات جاوید ص ۸۸)

غلام کذاب اور سرسید میں مماثلت

اس مقام پر ان شاء اللہ تعالیٰ یہ بات ثابت کی جائیگی کہ مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے اور انگریز بہادر کی چوکھٹ پر سر جھکانے کے جو منصوبے غلام کذاب کے تھے وہی نظریات منصوبے اور مقاصد سرسید احمد خان علی گڑھی کے ساتھ تھے۔

اس سلسلے میں جناب میجر (ر) امیر افضل خان صاحب کا مضمون جو کہ سہ ماہی العاقب لاہور رجب المرجب ۱۳۲۹ھ کو چھپا، پیش خدمت ہے۔

یہ مضمون اس عنوان کو سمجھنے میں کافی حد تک مدد اور معاون ثابت ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اب پڑھیے۔

(۱) مرزا غلام کذاب قادیانی کا قتلہ اور اس کے پیروکار یا سرسید کا قتلہ اور اس کے پیروکار دونوں ایک ہی تھالی کے چٹے بنے ہیں۔ دونوں کی تحریکیوں کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان کے قلب سے روح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو نکال دو اور نظریہ جہاد کو پاش پاش کر دو۔ غلام کذاب کی سازش کو ہم کچھ سمجھ گئے ہیں لیکن سرسید کو الٹا پاکستان کے بانیوں میں شمار کر دیا اور دو قومی نظریہ کا اس کو بانی بنا کر اس ”غدار اسلام“ کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شرکت دی جا رہی ہے۔

(۲) یہ سب کام ایسی ہوشیاری سے کیا جاتا ہے کہ یہ سازش آج بھی جاری ہے۔ سرسید کے نام پر سکول، کالج، یونیورسٹیاں اور اتنے ادارے بن رہے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر سرسید نہ ہوتا تو ہم جاہل ہوتے۔ تحریک پاکستان علی گڑھ کے سند یافتہ یا طالبعلموں نے جو بھرپور حصہ لیا وہ دراصل لنگڑے لولے پاکستان کو بنانے والے انگریز فرنگی کی حیلہ سازی تھی جس کے تحت سرسید جیسے خیالات اور عقائد رکھنے والے لوگوں کی ایک ”کھپیپ“ کو پاکستان کی حکومت اور معاشرے یا ہر میدان پر اس طرح مسلط کر دیا جائے کہ یہ لوگ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلام کو بھول جائیں۔

(۳) علی گڑھ کے علاوہ باقی انگریزی اداروں کے تعلیم یافتہ مسلمانوں نے بھی

تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ معمولی پڑھے لکھے یا ”ان پڑھوں“ نے بھی تحریک پاکستان میں حصہ لیا تو یہ سہرا سرسید یا کسی ایک کے سر باندھنا ویسے بھی ٹھیک نہیں۔

(۴) بے شک انگریزی اداروں کی تعلیم نے ہمیں اسلام سے بہت دور کیا اور کر رہے ہیں لیکن یہ کہنا کہ سرسید کی وجہ سے ہم نے انگریزی تعلیم حاصل کی اور اس تعلیم کے زور یا مدد سے پاکستان حاصل کر لیا۔ اس بات کو صرف اتنا مانا جاسکتا ہے کہ یہ ایک آئینی ضرورت تھی۔ اگر اس وقت ہم پاکستان حاصل نہ کرتے تو زمانہ آگیا تھا کہ چند سال بعد لڑکر ہم بہتر طور پر ایک اچھی قسم کا پاکستان حاصل کر لیتے یا مٹ جاتے اور اس موجودہ ذلت کی زندگی سے مٹ جانا زیادہ بہتر تھا۔

(۵) بہر حال انگریزی تعلیم سے ہم نے جو کچھ حاصل کیا اس کا سہرا اکیلے سرسید کو باندھنا صحیح نہیں۔ سرسید سے پہلے شاہ عبدالعزیز دہلوی نے اجازت دے دی تھی کہ حکمرانوں کی تعلیم حاصل کر لو کہ ان کے بارے زیادہ آگاہ ہو جاؤ گے لیکن اپنے عقائد خراب نہ کرنا۔ اب یہ کہنا کہ اس تعلیم سے ہماری سوچوں اور کردار میں بہتری ہوئی ہے تو یہ بات بالکل غلط ہے چونکہ ۱۸۹۰ء میں سرسید خود اپنے ایک دوست کو خط میں کہتا ہے کہ جتنی زیادہ ہم مغربی تعلیم حاصل کرتے جاتے ہیں اتنے زیادہ بے کردار ہوتے جاتے ہیں۔

(۶) اب لطف کی بات یہ ہے کہ اس تعلیم کے بانی لارڈ میکالے کو تو ہم ہر روز برا بھلا کہتے ہیں لیکن اس کے غلام اعظم ”سرسید“ کو ایک قومی ہیرو مانتے ہیں۔ سرسید کی تحریروں اور عقائد کی اس عاجز نے کافی تحقیق کی اور فروری ۱۹۹۳ء میں قادیانوں کیخلاف سپریم کورٹ کے مقدمہ میں سرسید اور غلام کذاب کے ایک جیسے فتنہ اور لکھائیوں کی مماثلت پر ایک بہت لمبا چوڑا مسودہ پیش کیا جس سے چند باتیں یہاں درج کی جاتی ہیں۔

(الف) مرزا غلام کذاب کتاب ”شہادت القرآن“ کے صفحہ ۱۱ اور سرسید

”مکتوبات سرسید“ کے صفحہ ۶۳۲ کے مطابق کہتے ہیں کہ ”گورنمنٹ انگلشیہ خدا کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے اور مسلمانوں کے لئے آسمانی برکت کا حکم رکھتی ہے۔“

(ب) غلام کذاب کتاب ”تحفہ قیصریہ“ کے صفحہ ۱۳۲ اور سرسید کتاب ”شکریہ“ کے صفحہ ۵ کے مطابق دعا مانگتے ہیں کہ ”اے قادر مطلق! تو ہمیں ہمیشہ ملکہ معظمہ و کٹوریہ کے سایہ عاطفت کے نیچے رکھ۔“

(پ) غلام کذاب کتاب ”تحفہ قیصریہ“ کے صفحہ ۳ پر اور سرسید اپنے ”مجموعہ لیکچرز“ کے صفحہ ۶ پر ملکہ معظمہ کے زمانے میں ہونے کا اس طرح فخر کرتے ہیں کہ ”ہمارے حضور پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوشیرواں عادل کے زمانے میں پیدا ہونے پر فخر کیا ہے۔“

قارئین! یہ بات جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کی جاتی ہے بالکل غلط ہے۔ یہ عاجز اپنی کتاب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جلال و جمال میں ”کجا نسبت خاک رابہ عالم پاک“ کے عنوان کے تحت اس بات پر بھرپور تبصرہ کر چکا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دو جہاں پیدا ہوئے۔ نوشیرواں کی وہاں کیا ہستی ہے؟

(ت) غلام کذاب کتاب ”کشف الغطاء“ کے صفحہ ۶ اور سرسید ”مجموعہ لیکچرز“ کے صفحہ ۳۱۱ کے مطابق کہتے ہیں کہ ”مسلمانوں کو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ جس گورنمنٹ کے ماتحت ہوں وفاداری سے اس کی اطاعت کریں۔“

(ث) غلام کذاب ”بڑا جین احمدیہ“ حصہ سوم کے صفحہ ۶۹ اور سرسید کتاب ”لائل محمد نز“ حصہ دوم کے صفحہ ۱۳ کے مطابق کہتے ہیں کہ ”ہندوستان میں مذہبی آزادی کے باعث جہاد جائز نہیں۔“ غلام کذاب ”کشتی نوح“ کے صفحہ ۱۰۰ پر مزید یہ کہتا ہے کہ ”قرآن پاک کی رو سے مذہبی جنگ گناہ حرام ہے۔“

(ث) غلام کذاب ”تحفہ قیصریہ“ کے صفحہ ۲۸ اور سرسید ”آخری مضامین“ کے صفحہ

۱۱۳ اور ”لائل مجنّز“ کے صفحہ ۷ پر کہتے ہیں کہ ”برطانوی حکومت عادل ہے اور عادل بادشاہ کا مقابلہ کرنا بغاوت ہے نہ کہ جہاد۔“

(ج) غلام کذاب کتاب ”ازالہ اوہام“ کے صفحہ ۲۳ اور سرسید ”اسباب سرکشی“ کے صفحات ۶ اور ۷ پر کہتے ہیں کہ ”۱۸۵۷ء کی بغاوت کو جہاد کا نام دینے والے بدچلن تھے اور ایسا جہاد شرعاً ان کے لئے ناجائز ہے۔“

(ج) غلام کذاب ”ازالہ اوہام“ کے صفحہ ۲۳ اور سرسید ”اسباب سرکشی“ کے صفحہ ۷ کے مطابق مزید کہتے ہیں کہ ”۱۸۵۷ء میں کچھ لوگوں نے جہاد کے نام پر حرام زدگیاں کیں۔ افسوس ان مولویوں پر ہے جنہوں نے اس سلسلہ میں جہاد کے فتوؤں پر اپنی مہریں لگا دیں۔“

(۷) اس عاجز نے یہ کچھ اور باقی تفصیلات جب فروری ۱۹۹۳ء کو سپریم کورٹ میں پیش کیں تو ماحول پر سنا نا چھا گیا۔ دوسرے دن کی اخباروں میں صرف اتنا شائع ہوا کہ مذہبی سکالر میجر امیر افضل نے سرسید کو بھی مرزا قادیانی کے ساتھ جوڑ دیا۔ اگلے دن اخبار ”نوائے وقت“ کے نمائندے مجھ سے میری ساری تحقیق کی کاپی مانگ کر لے گئے کہ وہ پوری تفصیل اخبار میں شائع کریں گے لیکن مجھے خبر ملی کہ مجید نظامی تو اس خبر کی اشاعت پر بھی ناراض ہوا کہ قادیانیوں اور سرسید کے خلاف اتنا کچھ کیوں لکھ دیا؟ یہ عاجز پہلے ہی ایک اشتہار ۱۹۸۹ء میں جاری کر چکا تھا کہ جو کچھ غلام کذاب اور سرسید کرتے تھے کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلام کو خراب کر دینے کی ڈیوٹی آج کل نوائے وقت نے سنبھالی ہوئی ہے۔ آخر کار مجید نظامی نے اس سازش کی کڑی ہونے پر مہر لگا دی۔

(۸) سرسید نہ صرف وحی کا منکر تھا کہ اس کو ”واردات“ کا نام دیا بلکہ وہ آخرت کا بھی قائل نہ تھا اور جنت و دوزخ کو استعارے سمجھتا تھا۔ ادھر اس نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بغیث بھی لکھی ہیں لیکن میرے لیے یہ ایسا ہے جیسے جوش ملیح آبادی اللہ تعالیٰ کی ذات کا منکر تھا لیکن امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں بہت کچھ لکھا۔ خو

مرزا قادیانی نے بھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بہت کچھ لکھا۔ اس لیے یہ عاجز ان لوگوں کے فتوؤں سے ڈرتا ہے کہ خدا را سرسید کو بھول جاؤ۔ اس کے خیالات سے ہم ذرہ بھر بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتے بلکہ الٹا نقصان ہو رہا ہے کہ ہم آدھے تیر اور آدھے بیر بن کر جی رہے ہیں۔ ہمارے لیے قرآن پاک اور سنت کافی ہے۔ شیطان جو علم وحدانیت کا بڑا عالم ہے اس سے فلسفہ توحید کے سبق نہیں سیکھے جاسکتے۔

(۹) یہ عاجز اتنا کچھ لکھ چکا تھا کہ قاضی عبدالقدوس ناصر صاحب جن کا تعلق حویلیاں سے ہے اور میرا ان کے ساتھ عائنانہ تعارف ہے کہ میری کتابیں وہ منگواتے رہتے ہیں۔ وہ مجھے ملنے آئے اور میرے پاس خاکسار شیر زمان کی ایک تصنیف ”سرسید جناح اور مشرقی“ چھوڑ گئے لیکن بات کوئی نہ کی۔ یہ میرا امتحان تھا یا اللہ تعالیٰ نے مجھے سرسید کی اسلام اور مسلمانوں سے غدار یوں کے بارے زیادہ آگاہ کرنا چاہا تھا۔ بہر حال شیر زمان نے سب کچھ باحوالہ لکھا اور وہ حوالے کتاب میں موجود ہیں لیکن یہ عاجز اتنی تفصیل میں نہیں جاسکتا اور جو صاحب تفصیل میں جانا چاہیں وہ یہ کتاب خود پڑھ لیں۔ میں صرف چند اقتباسات دے رہا ہوں:

(الف) سرسید نے اخبار ”تہذیب الاخلاق“ میں اس نظریہ کو رائج کیا کہ جب اسلام میں ایک حبشی جس کے لب موٹے چہرہ سیاہ اور کھوپڑی شلغم سے بھی چھوٹی ہو اس کی اطاعت مسلمان پر واجب ہے تو ایک گورے چٹے انگریز کی اطاعت اس پر کیوں نہ واجب ہو؟ (لو کر لو بات) (فاعتبر وایا اولی الابصار) پھر اس کے ہمنوا شمس العلماء مولوی نذیر احمد نے اپنے ترجمہ قرآن پاک میں (اولی الامر منکم) کا یہ معنی کرنے کی بجائے کہ جو امیر تمہارے بیچ سے ہوں یہ کیا کہ ان کی اطاعت کرو جو تم پر مقرر کیے گئے ہیں۔ (صفحہ ۳)

(ب) سرسید نے قرآن پاک اور بائبل کی تعلیم میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے پروفیسر آرنلڈ کو کاغذات بھیجے تو وہ پھولے نہ سایا۔ یہ کام اگر مسلمان کریں تو پھر عیسائیوں کے لئے یہ ثابت کرنا آسان ہو جائے گا کہ اگر انجیل صحیح ہے تو قرآن پاک (نعوذ باللہ)

ضرور جھوٹ ہے۔ (صفحہ ۱۶) (تو یہ میرے اللہ سرسید کس قماش کا آدمی تھا)

(پ) سرسید نے سائنس کی تعلیم کی مخالفت کی کہ وہ صرف ایسی تعلیم کے حق میں تھا جو مسلمانوں کو اعلیٰ انتظامی عہدوں کے لئے تیار کرے۔ اس نے تعلیم نسواں کی بھی مخالفت کی کہ جاہل عورت اپنے حقوق سے واقف ہوگی تو اس کی زندگی عذاب ہو جائیگی۔ (صفحہ ۳۰) یہ اعلیٰ خاندان وہ تھے جو بقول چودھری شجاعت حسین انگریزوں کے کتے نہلاتے تھے اور ان کی اولادیں ہم پر مسلط ہیں۔

(ت) سرسید نے مقابلے کے امتحان میں صرف اعلیٰ خاندان کے لوگوں کو شرکت کرنے کی حامی بھری۔ ان کے خیال کے مطابق ادنیٰ خاندان کے لوگ ملک یا گورنمنٹ کے لئے مفید نہیں ہوتے۔ (صفحہ ۳۲)

(ث) لیکن یہ کچھ پڑھ کر شیر زمان کے بھی رونگٹے کھڑے ہو گئے کہ سرسید اپنے کاغذات ”لائل محمد نر آف انڈیا“ میں یہاں تک کہہ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اب مسلمانوں میں ٹیپو سلطان اور سراج الدولہ جیسے غدار اور قوم دشمن افراد پیدا ہونے بند ہو گئے ہیں اور میر جعفر اور صادق جیسے محبت وطن اور اقوام کے بھی خواہ پیدا ہو رہے ہیں جو سرکاری برطانیہ کے وفادار ہیں بلکہ اس راج کو مستحکم کرنے والے ہیں۔ (صفحہ ۱۶۱۵)

(۱۰) یہ عاجز اب اپنی طرف سے یہ اضافہ کرے گا کہ سرسید غدار اعظم ہے اور وہ میر جعفر، میر صادق اور الہی بخش سے بھی بڑھ کر غدار ہے۔ اس کے پیروکار یا اس کو صحیح سمجھنے والے بھی اسلام کے دشمن ہیں۔ نیز یہ لوگ قادیانیوں سے زیادہ مسلمانوں کا نقصان کر رہے ہیں لیکن ایسے غداروں کا ذرائع ابلاغ پر قبضہ ہے۔

سرسید اور اہل کلیسا کا نظام تعلیم

اور یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم ایک سازش ہے فقط دین و مروت کی خلاف

(ڈاکٹر اقبال)

قارئین! یہ بات اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر قرآن مجید میں بیان فرمادی کہ کافر منافق اور یہود و نصاریٰ مسلمان کی برائی میں کمی نہیں کریں گے۔

اور یہ بات کسی بھی صاحب علم سے مخفی نہیں کہ یہود و نصاریٰ نے ہر دور میں مسلمانوں کی خلاف سازشیں کرنے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں چھوڑی۔ یہود و نصاریٰ چاہتے ہیں کہ کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کو ان کے دین سے ہٹا کر اپنا غلام بنالیا جائے۔ کچھ ایسا ہی معاملہ اور سازش برٹش گورنمنٹ نے مسلمانان ہند کے ساتھ کی۔

بسیار سوچ و بچار کے بعد بالآخر انہوں نے فیصلہ کیا کہ تعلیم ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس کی مدد سے ہم مسلمانوں کے بچوں کو ذہنی طور پر اپنا غلام اور خیر خواہ بنا سکتے ہیں اور تعلیم ہی وہ ذریعہ ہے کہ جس کی مدد سے ہم ایسے افراد تیار کر سکتے ہیں جو نام کے اعتبار سے تو مسلمان ہوں لیکن ذہنیت اور کام کے اعتبار سے وہ برٹش حکومت کو چلانے کا بھرپور طریقے سے کام دیں کیونکہ وہ سمجھتے تھے۔

بقول اکبر الہ آبادی

شیخ مرحوم کا قول اب مجھے یاد آتا ہے

دل بدل جاتے ہیں تعلیم بدل جانے سے

بقول ڈاکٹر اقبال

تعلیم کے تیزاب میں ڈال کر اس کی خدی کو

پھر جدھر چاہے ادھر کو مروڑیے

چنانچہ برٹش گورنمنٹ نے مسلمانوں کے بچوں کو دین کی تعلیم سے دور کرنے کے

لئے اپنا ایک علیحدہ نظام تعلیم تیار کیا اور مسلمانوں کے بچوں کے دلوں سے روح محمدی صلی

اللہ علیہ وسلم کا لئے کا اور نگر عرب کو فرنگی تخیلات دینے کا سامان تیار کیا۔

سکول و کالج والوں کے ممدوح ڈاکٹر اقبال نے اس حقیقت کی قلعی کھولتے ہوئے

بتا دیا کہ انگریز چاہتا ہے کہ

وہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو
فکر عرب کو دے کر فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

(ڈاکٹر اقبال)

انگریزی نظام تعلیم کا مقصد کیا تھا؟

اس نظام تعلیم کے موجد و بانی کی زبانی سنئے۔

لارڈ میکالے

کی سفارشات کا اعلامیہ جولے مارچ ۱۸۳۵ء کو منظور کیا گیا۔ ہمیں ایسی نسل تیار کرنا
چاہئے جو دیسی آبادیوں کے لئے ہمارے افکار و نظریات کی ترجمان ہو اور جو رنگ و نسل
کے اعتبار سے بلاشبہ ہندوستان کا باشندہ ہو لیکن فکر و نظر اور سیرت و کردار و عادات و
اخلاق کے اعتبار سے خالص انگریز ہو۔

(نظام تعلیم صفحہ ۸۸ حوالہ مغرب پر اقبال کی تنقید ص ۱۰۱ از پروفیسر عبدالغنی فاروق)

اب اس برٹش گورنمنٹ کے نظام تعلیم کو مسلمانوں میں داخل کرنے کے لئے کسی
ایسے وفادار کی ضرورت پیش آئی جو اس نظام کو کسی طریقے سے مسلمانوں میں داخل کر
دے اور مسلمانوں کو انگریز بہادر کی چوکت پر جھکا دے تو انہوں نے اپنے دیرینہ وفادار
سید احمد خان کا انتخاب کیا۔

پھر سرسید نے بڑے سلیقے سے کام شروع کیا۔ سب سے پہلے اردو زبان کو غیر سلیقہ
زبان اور تربیت کے لئے ناکافی قرار دے کر انگریزی سکول جاری کروا کر پھر علی گڑھ کی
بنیاد رکھی۔

”حالی پانی پتی یوں نقل کرتا ہے“

اردو زبان غیر سلیقہ زبان ہے۔ سررشتہ تعلیم جو چند سال سے جاری ہے وہ تربیت
کے لئے ناکافی ہی نہیں بلکہ خراب کرنے والا تربیت اہل ہند کا ہے۔

اردو زبان جس کے وسیلے سے اکثر جگہ تعلیم جاری ہے اس کی حالت ایسی نہیں ہے
جس سے تعلیم ہونا ممکن ہو کیونکہ جس زبان میں ہم کسی قوم کی تعلیم کا ارادہ رکھتے ہیں اس
زبان کی نسبت ہم کو اول یہ دیکھنا چاہئے کہ اس میں علمی کتابیں کافی موجود ہیں یا نہیں
کیونکہ اگر یہ نہ ہوں تو تعلیم ممکن نہیں۔ دوسرے یہ کہ وہ زبان فی نفسہ اس قابل ہے یا
نہیں کہ اس میں علمی کتابیں تصنیف ہو سکیں کیونکہ پہلی بات کا تو علاج ہو سکتا ہے مگر دوسری
بات لا علاج ہے۔ تیسرا یہ کہ آیا وہ ایسی زبان ہے یا نہیں کہ اس میں علوم پڑھنے سے
جو دت طبع جدت ذہن سلامت فکر ملکہ عالی قوت ناطقہ پختگی تقریر اور تربیت دلائل کا سلیقہ
پیدا ہو سکے۔ ان تینوں باتوں میں سے اردو زبان میں کوئی بات نہیں۔ پس گورنمنٹ پر
واجب ہے کہ اس طریقہ تعلیم کو جو درحقیقت تربیت انسان کو خراب کرنے والا ہے اور خود
بخود لوگوں کے دلوں میں بدگمانی پیدا کرنے والا ہے بالکل بدل دے اور اس زبان میں
تربیت اور اس زبان سے تربیت جاری کرے جس سے تربیت کا جو اصلی نتیجہ ہے حاصل
ہو۔ میری صاف رائے ہے کہ اگر گورنمنٹ اپنی شرکت دیسی زبان میں تعلیم دینے سے
بالکل اٹھائے اور صرف انگریزی مدرسے اور سکول جاری رکھے تو بلاشبہ یہ بدگمانی جو رعایا
کو گورنمنٹ کی طرف سے ہے جاتی رہے۔ صاف صاف لوگ جان لیں کہ سرکار
انگریزی زبان کے وسیلے سے تربیت کرتی ہے اور انگریزی زبان بلاشبہ ایسی ہے کہ
انسان کی ہر قسم کی علمی ترقی اس میں ہو سکتی ہے۔ (حیات جاوید ص ۹۷-۹۸)

مسلمانوں کا وہ آئین طبع مستقل بدلا

چھٹی عربی گیا قرآن زبان بدلی تو دل بدلا

(اکبر الہ آبادی)

عام مسلمان یہی سمجھتے رہے کہ یہ مسلمانوں کے ساتھ بڑی وفاداری ہے لیکن بقول

شاعر

نگاہ غور سے دیکھو تو عقدہ صاف کھل جائے

وفا کے بھیس میں بیٹھا ہے کوئی بے وفا ہو کر

علی گڑھ کالج اور انگریزی نظام تعلیم علماء امت کی نظر میں

(۱) امام المتکلمین مردِ مجاہد حق پرست علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ

علامہ فضل حق خیر آبادی فرماتے ہیں انگریزوں نے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے

لئے دو منصوبے بنائے ایک یہ کہ

”انہوں نے بچوں اور نوجوانوں کی تعلیم اور اپنی زبان و دین کی تلقین کے لئے شہروں

اور دیہات میں مدرسے (سکول) قائم کئے۔ پچھلے زمانے کے علوم و معارف اور مدارس و

مکاتب کے مٹانے کی پوری کوشش کی۔ (الصورۃ الہندیہ مترجم ص ۲۵۵ مکتبہ قادریہ لاہور)

(۲) اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت شیخ الاسلام والمسلمین الشاہ مولانا امام احمد رضا

خان محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کی نظر میں علی گڑھ کالج اور انگریزی نظام تعلیم

(فرماتے ہیں) علی گڑھ کالج انہیں مقاصد کے لئے قائم ہے۔ اس کے ثمرات

ظاہر ہیں کہ مسلمانوں کو نیم عیسائی کر چھوڑا اس کے اکثر تعلیم یافتہ اسلام و عقائد اسلام پر

ٹھٹھے اڑاتے ہیں۔ آئمہ و علماء کو ”مسخرہ“ بناتے ہیں۔ خود غرضی و خود پسندی دنیا طلبی و دین

فراموشی یہاں تک کہ دائرہ ہی وغیرہ اسلامی وضع سے تنفر ان کا شعار ہے۔ جب ادھر سے

کے یہ آثار ہیں (ابھی علی گڑھ کالج تعمیر ہو رہا تھا) تکمیل کے بعد جو ثمرات ہونگے آشکار

ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۲۳ ص ۶۸۶)

(۲) اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت میں چودھری عزیز الرحمن بی اے سابق ہیڈ

ماسٹر اسلامیہ سکول لاکل پور نے اس تعلیم کے متعلق سوال کیا جو خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

”عالیہ گورنمنٹ جو امداد سکولوں اور کالجوں کو دیتی ہے وہ خاص اغراض کو مد نظر

رکھ کر دی جاتی ہے اور میرا خیال ہے کہ حضور کو سب حال روشن ہوگا لیکن اگر اس بارے

میں ناواقفیت ہو تو میں عرض کرتا ہوں کہ اول تو امداد میں اس قسم کی شرط ضرور ہوتی ہے کہ

کالج کا پرنسپل اور ایک دو پروفیسر انگریز ہوں۔ دوسرے مقررہ کورس پڑھائے جائیں جن

میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ خلاف اسلام باتیں ہوتی ہیں بلکہ بعض میں تو رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ الفاظ لکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ تیسرے دینی تعلیم لازمی

نہیں کوئی پڑھے یا نہ پڑھے لیکن جہاں دینی تعلیم پڑھائی جائے خاص وقت سے زیادہ نہ

دیا جائے کیونکہ یونیورسٹی کی تعلیم کے لئے چار گھنٹے وقت ضرور خرچ ہو۔ اگر چار گھنٹے سے

کم ہوگا تو امداد نہیں ملے گی۔ پھر جو استاذ دینیات پڑھائے گا اس کو امداد نہیں دی جائیگی۔

پھر فلاں فلاں مضمون طالب علم کو ضرور لینے چاہئیں ورنہ امتحان میں شامل نہیں ہو

سکتا۔ پھر ڈرل وغیرہ اور کھیلوں کی طرف دیکھو جن میں ہر ایک طالب علم کو حصہ لینا ضروری

ہوتا ہے۔ آج کل جو ڈرل سکھائی جا رہی ہے اس میں عجیب خرب اخلاق باتیں کی جا رہی

ہیں۔ امداد لینے اور الحاق یونیورسٹی سے رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ وہی ڈرل تمام

سکولوں میں کرائی جائے۔ کھیلوں میں آپ دیکھتے ہیں کہ عجب بے پردہ لباس پہنا جاتا

ہے۔ فٹبال اور ہاکی میں جو ٹکر پہنچتے جاتے ہیں وہ ٹخنوں سے اوپر تک ننگا رکھتے ہیں۔

غرضیکہ کیا عرض کروں۔ اسی الحاق و امداد کی خاطر معلمین و متعلمین کی یہی کوشش ہوتی ہے

کہ قرآن شریف و دینیات کا جو گھنٹہ رکھا ہوا ہے اس میں بھی انگریزی ہی کا سبق یاد کرادو

کیونکہ انسپکٹر نے انگریزی تو سننی ہے قرآن شریف تو نہیں سننا۔ جماعتوں میں جو ترقی

دی جاتی ہے اس میں بھی اسی بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ انگریزی لڑکا جانتا ہے یا نہیں۔

قرآن شریف خواہ ناظرہ بھی نہ پڑھ سکتا ہو نماز کا ایک حرف نہ جانتا ہو لیکن دسویں اور

ایف اے اور بی اے پاس کرتا چلا جائے گا۔ یہ میں اسلامیہ سکولوں اور کالجوں کا ذکر کر رہا ہوں۔ دوسرے سکولوں اور کالجوں سے ہمیں کوئی تعلق نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۱۴ ص ۴۲۷-۴۲۸)

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت علیہ الرحمہ نے اس کا تفصیلی جواب لکھا دو مقام سے مختصراً اس کا جواب نقل کیا جاتا ہے۔

فرماتے ہیں:

انگریزوں کی تقلید و فیشن وغیرہ سے آزادی اور دھرت و نیچریت سے نجات بہت دل خوش کن کلمات ہیں۔ خدا ایسا ہی کرے مگر یہ صرف ترک امداد و الحاق سے حاصل نہیں ہو سکتے۔ اس آگ کے بجھانے سے ملیں گے جو سرسید احمد خان نے لگائی اور اب تک بہت سے لیڈروں میں اس کی لپیٹیں مشتعل ہیں۔

انگریزی اور وہ بے سود و تضحیق اوقات تعلیمیں جن سے کچھ کام دین تو دین دنیا میں بھی نہیں پڑتا جو صرف اس لئے رکھی گئی ہیں کہ لڑکے ایں و آں مہملات پر مشغول رہ کر دین سے غافل رہیں کہ ان میں حمیت دینی کا مادہ ہی پیدا نہ ہو۔ وہ یہ جانیں ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں اور ہمارا دین کیا ہے جیسا کہ عام طور پر مشہور و معمول ہے جب تک یہ نہ چھوڑی جائیں اور تعلیم و تکمیل عقائد حقہ و علوم صادقہ کی طرف بائیں نہ موڑی جائیں دھرت و نیچریت کی بیخ کسی ناممکن ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

جو وجہ شاعت آپ نے ان مدارس (سکولوں) میں لکھیں کہ امور مخالف اسلام حتیٰ کہ توہین حضور سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم داخل نصاب ہے بے شک جو اس قسم کے سکول یا کالج ہوں ان میں نہ فقط اخذ امداد بلکہ تعلیم و تعلم سب حرام قطعی بلکہ مستلزم کفر ہے۔

آپ فرماتے ہیں یہ میں اسلامیہ سکولوں اور کالجوں کا ذکر کر رہا ہوں پھر غیر اسلامیہ کا کیا پوچھنا مگر افسوس اور سخت افسوس یہ کہ آج آپ کو جتنے لیڈر دکھائی دیں گے وہ اور ان کے بازو اور ان کے ہم زبان عام طور پر انہیں سکولوں کالجوں کے کاسہ لیس ملیں گے انہیں سے بڑی بڑی ڈگریاں ایم اے بی اے کی پائے ہوئے ہوں گے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۱۴ ص ۴۳۵)

(۲) حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی علیہ الرحمۃ کی نظر میں انگریزی

نظام تعلیم

فرماتے ہیں:

اس کے بعد ماوشا سے جو زندہ رہے گا دیکھ لے گا کہ اس طرز تعلیم کا اثر احکام شرعیہ صوم و صلوٰۃ وغیرہ کو پس پشت ڈالنے اور ظاہری اعزاز و شکم پروری کے بغیر کچھ نہ ہوگا مگر جسے اللہ محفوظ رکھے و ما علینا الا البلاغ۔

(مہر میر ص ۱۲۱)

(۳) فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمۃ کی نظر میں

فرماتے ہیں:

دینی تعلیم کے علاوہ دوسری تعلیم کہ جو دین کی ضروری تعلیم کے لئے رکاوٹ بنے مطلقاً حرام ہے چاہے وہ ہندی انگریزی تعلیم ہو یا کوئی دوسری۔

(فتاویٰ فیض الرسول جلد ۳ ص ۲)

(۴) حکیم الامت مفسر قرآن مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی علیہ الرحمۃ کی نظر میں

فرماتے ہیں:

اور دوستو تین چیزوں سے اپنی لڑکیوں اور بیویوں کو بہت بچاؤ (۱) ناول (۲) کالج اور سکول کی تعلیم سے (۳) تھیٹر اور سینما۔ یہ تین چیزیں لڑکیوں

کے لئے زہر قاتل ہیں۔ اس وقت لڑکیوں میں جس قدر شوخی آزادی اور بے غیرتی ہے وہ سب ان تین ہی کی وجہ سے ہے۔ (اسلامی زندگی ص) مزید فرماتے ہیں:

اور دوستو بعض سکولوں اور کالجوں کے نام میں اسلام کا نام بھی لگا ہوتا ہے یعنی ان کا نام ہوتا ہے اسلامیہ سکول، اسلامیہ کالج اور اس نام سے دھوکہ نہ کھاؤ۔ اسلامیہ سکول، اسلامیہ کالج نام رکھنا فقط مسلم قوم سے اسلام کے نام پر چندہ وصول کرنے کے لئے ہے ورنہ کام سب کالجوں کا قریب قریب یکساں ہے۔ غضب تو دیکھوں نام اسلامیہ سکول اور تعطیل ہوتی ہے اتوار کے دن۔ اسلام میں تو بڑا دن جمعہ کا ہے۔ ہر کام انگریزی میں وہاں کے طلبہ کے اخلاق و عادات انگریزی پھر یہ اسلامیہ سکول کہاں رہا۔

(اسلامی زندگی ص)

مزید لکھتے ہیں،

لڑکیوں کو کھانا پکانا، سینا پرنا اور گھر کے کام کاج پاکدامنی اور شرم حیا سکھاؤ کہ یہ لڑکیوں کا ہنر ہے۔ ان کو کالجیٹ اور گریجویٹ نہ بناؤ کہ لڑکیوں کے لئے اس زمانہ میں کالج اور بازار میں کوئی فرق نہیں بلکہ بازاری عورت کے پاس لوگ جاتے ہیں اور کالج کی لڑکی لوگوں کے پاس جاتی ہے جس کا دن رات مشاہدہ ہو رہا ہے۔ (اسلامی زندگی ص)

(۵) فاضل شہیر علامہ مولانا عبدالکیم اختر شاہ جانی پوری علیہ الرحمۃ کی نظر میں لکھتے ہیں:

انگریزی حکومت نے اپنے جاری کردہ سکولوں اور کالجوں سے دینی تعلیمات کو خارج از نصاب کر کے رعیت کا ذاتی معاملہ قرار دیا۔ ملازمتیں انگریزی سکولوں کی تعلیم پر منحصر ہو کر رہ گئیں تو نتیجہ ظاہر ہے کہ دینی مدارس ویران ہونے لگے۔ اشک شوئی کے لئے سکولوں میں برائے نام دینیات کو شامل رکھا گیا جس میں چند بزرگوں کی کہانیاں پڑھائی جاتی تھیں لیکن جن حضرات نے ملت اسلامیہ کی پاک و ہند میں حقیقی خدمات انجام دیں

ان مجاہدوں، بادشاہوں، شہیدوں اور رہنماؤں کو زینت طاق نسیان بنوا دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ ایسے سکولوں اور کالجوں سے فارغ التحصیل ہونے والے حضرات کی اکثریت کا یہی حال ہوتا تھا اور آج بھی ہے کہ حقیقی اسلام سے بڑی حد تک نا آشنا نئے اسلاموں کے ماننے والے اینگلو انڈین علماء کے معتقد اور مغربی تہذیب کے دلدادہ ان بظاہر پڑھے لکھے مسلمانوں کی حقیقی حالت زار پر اسلامی عینک سے دیکھنے والی آنکھیں یوں اشک بار ہوتی ہیں۔

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوچھی

(سید اکبر الہ آبادی)

(برطانوی مظالم کی کہانی ص ۱۵۲)

مولانا ابوالبشیر محمد صالح صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

اپنی مشہور کتاب پردہ میں انگریزی نظام تعلیم کا رد کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:
ایسی تعلیم اہل یورپ ہی کو مبارک ہو جس کو حاصل کر کے مرد و عورت یہ کہنے لگیں کہ ہم کسی مذہب کے پابند نہیں۔

یاد رہے کہ اصل مجرم والدین ہیں جو بڑی کوشش سے اپنے بچوں کو ایسی تعلیم دلاتے ہیں۔ حدیث طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة (علم دین حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے) کا مصداق اسلامی تعلیم ہے نہ کہ سکولوں اور کالجوں کی تعلیم اور اسلامی تعلیم عورتیں اپنے گھروں میں باپ، بھائی، خاوند وغیرہ محرموں سے حاصل کر سکتی ہیں۔ باپ کا فرض ہے کہ اپنی بیٹی کو پڑھائے خاوند کا فرض ہے۔ اپنی بیوی کو پڑھائے اگر لوگ اسلامی اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے اپنے فرائض کو انجام دیں تو عورتیں کس طرح جاہل رہ سکتی ہیں؟ محرم اگر پڑھے ہوئے نہ ہوں تو جاننے والوں سے مسائل پوچھ کر اپنی عورتوں کو سکھائے جس میں کسی کتاب قلم دوات اور خوشی وغیرہ کی کوئی

ضرورت نہیں ہوتی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عورتیں اپنے خاوندوں سے اور آنحضرت کی بیویوں سے مسائل پوچھ کر ان پر عمل کرتی تھیں۔ یہ نہ تھا کہ ساری عمر لکھنے پڑھنے، تاریخ جغرافیہ یاد کرنے میں اور دنیا کے اور فنون سے واقفیت حاصل کرنے میں گزار دیں۔ اس پر بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کہ غلامانہ ذہنیت کا اصلی منبع کالج و سکول ہیں اور سب گناہوں کی جڑ غلامی ہے۔ پس جو امر غلامی کی جڑ ہوگا وہی سب سیئات و معاصی کی علت ہوگا۔ لہذا سکول اور کالج تمام اخلاقی رزائل اور دینی کمزوریوں کا سرچشمہ ہوتے ہیں اور کیوں نہ ہوں جبکہ آج کل سکولوں اور کالجوں میں بجائے تعلیم کے گانا بجانا ناچنا اور سوانگ بنانا ڈرامہ کرنا سکھایا جاتا ہے۔ پروفیسر لڑکوں کے سامنے ناچتے اور گاتے ہیں۔ گویا تھیٹر اور سینما وغیرہ جو لوگوں کے اخلاق اور اموال کے لئے مہلکات سے ہیں۔ ان کا سرچشمہ سکول و کالج ہیں کیونکہ ان تماشوں میں انگریزی تعلیم یافتہ ہی کام کرنا لے ہوتے ہیں۔ آپ ہی فرمائیے کہ پروفیسروں کا ناچنا گانا لڑکوں پر کیا اثر کریگا۔ پردہ نشین عورتوں نے بڑے بڑے حکمران امام اور اولیاء پیدا کیے ہیں۔ ایسے نام نہاد اور آزاد پیدا نہیں کئے جو مذہب سے آزاد اور متنفر ہوں۔ ایسے آزاد و حقیقت غلام نفس، اسیر شہوات اور پرستار حکومت ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کو ایسی آزادی اور تعلیم پر "لات" مارنی چاہئے جس سے عورتیں بے حیا ہو کر غیر محرموں سے مصافحہ کریں۔ ان کے ساتھ ہنس بھس کر باتیں کریں۔ ناچنے گانے کو کمال سمجھیں۔ غیر محرموں کے ساتھ سیر و سیاحت کریں۔ اس تہذیب بمنزلہ تعذیب کے سیکھنے کے لئے دوسرے ممالک میں جائیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورت کو غیر محرم کے ساتھ حج کی بھی اجازت نہیں دیتے۔

مسلمانوں! کچھ تو شرم کرو۔ ایسی مہذب مائیں اپنے بچوں کو کس طرح تہذیب و ادب سکھائیں گی۔
شعر

جائے عبرت ہے یہ تیرے واسطے مرد خدا
ہوش میں آ! خواب غفلت سے تجھے کیا ہو گیا

غرض اس طرح کی ترقی کر کے مسلمان بالفرض تمام دنیا کے بادشاہ بھی بن جائیں تو بھی اسلام کی نظر میں یہ سراسر خسران اور نامرادی ہے۔ اس تعلیم سے اگر جہالت و توہم پرستی کے مرض دور ہو سکتے ہیں تو بے حیائی خود سری، خود پسندی، اسراف و تبذیر، بے دینی، آوارگی، خود نمائی وغیرہ صدمات ایسے اور امراض پیدا ہو سکتے ہیں جو جہالت سے بھی بدتر ہیں کیونکہ سکولوں، کالجوں کی تعلیم سے تو دینی صلاحیت ہی معدوم و مفقود ہو جاتی ہے۔ ایسی تعلیم یافتہ عورتیں مسلمان کہلاتی ہیں۔ غیر مسلموں سے شادی کر لیتی ہیں لہذا ان امراض کا حتمی علاج دینی تعلیم ہے اور اسی کے لئے کچھ نہ کچھ بندوبست ہونا چاہئے چنانچہ آج جس قدر فتنے اسلام اور مسلمانوں کو تباہ کر رہے ہیں یہ سب انگریزی (نظام تعلیم) پڑھنے کی برکات ہیں۔ چنانچہ کسی طرف سے آواز آتی ہے کہ مذہب ہماری پستی اور تباہی کی جڑ ہے اور اس کو چھوڑ دو..... الغرض دنیا میں ہر طرف یہی شور ہے اور یہ شور انگریزی خوانوں نے برپا کر رکھا ہے جس میں بعض دنیا پرست محض نام کے مولوی بھی شریک ہو گئے۔

الفصل یہ تمام واقعات اس کی تصدیق کر رہے ہیں کہ ان بزرگوں کی رائے نہایت صحیح تھی جو انگریزی کو اسلام کے لئے خطرناک سمجھ کر مسلمانوں کو اس سے بچنے کی رائے دیتے ہیں لیکن معترض صاحب بجائے ان کی تصویب کے الٹا ان کو بے وقوف بناتا ہے اور یہ بھی اسی انگریزی کا اثر ہے۔ نیز وہ کہتا ہے کہ جس طرح مسلمان آج انگریزی کی مخالفت پر رو رہے ہیں یونہی وہ کل پردہ مروجہ کی حمایت پر پچھتا سکیں گے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ جو مسلمان انگریزی کے مخالف تھے وہ کبھی نہیں پچھتائے اور نہ ہی وہ پچھتا سکیں گے جو پردہ مروجہ کی حمایت کرتے ہیں بلکہ جس طرح مخالفین انگریزی آج اپنے اپنی رائے کی صحت کو دیکھ کر اپنی رائے کی صحت پر نازاں ہیں یونہی حامیان پردہ بے پردگی کے

مقاصد کو دیکھ کر کل اپنی رائے کی صحت پر نازاں ہوں گے جبکہ ہندوستان (پاک و بھارت) علانیہ فسق و فجور کی وجہ سے رشک یورپ ہوگا اور ہندوستان میں نہ تو کوئی ”صحیح النسب“ ملے گا اور نہ کوئی شریف اور اس سے زیادہ اس وقت خوش ہوئے جبکہ مرنے کے بعد ان غلاموں کو ان کی بغاوتوں کی سزا دی جائے گی اور ان کو ان کی نام نہاد حریت اور خود ساختہ ترقی و تمدن کا مزہ چکھایا جائے گا۔

اغرض نہ مسلمانوں کو انگریزی کی مخالف پر پچھتانے کی کوئی وجہ ہے اور نہ پردہ اسلامی کی حمایت پر اگر بے دین لوگوں نے انگریزی کے باب میں علماء کی مخالفت کی تو اپنا ہی نقصان کیا۔ علماء کا کچھ نہ بگاڑا۔ اسی طرح اگر وہ اب پردہ کی مخالفت کریں گے تو بھی اپنا ہی نقصان کریں گے اور علماء کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

اے اللہ عزوجل کے بندو! تم کیوں اللہ عزوجل کے دین کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہو اور تم نے کیوں اس کی تباہی کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ اگر تم درحقیقت اسلام سے گھبرا گئے ہو اور تم کو خدا عزوجل کے قوانین تسلیم نہیں تو صاف صاف اپنے ارتداد کا اعلان کر دو۔ دوسرے مسلمان تو تمہارے شر سے بچ جائیں گے۔ اسلام کا دعویٰ کرنا اور خدا عزوجل کے دین کو ظلم اور جبر اور خلاف مصلحت بتلا کر اس کی تحریف کرنا بالکل انسانیت کے خلاف ہے۔

انسوس! کنہی روشنی والوں نے جو درحقیقت منبع ظلمات ہے روحانیت سے بیگانگی اور مادیت کی دلداری کا نام ترقی رکھ لیا ہے اور ہر ایک نے بے حیائی الحاد و ہریت اتباع طرز مغرب کو تہذیب سمجھ رکھا ہے جو درحقیقت تعذیب ہے اور ہر قسم کی آوارگی و خود سری کو آزادی کا لقب دے رکھا ہے جو دراصل نفس و شیطن کی غلامی ہے۔ جو شخص اس طوفان بدتمیزی کیخلاف آواز اٹھاتا ہے اس کو اپنی موہوم ترقی کا مانع سمجھ کر نادان بے وقوف اولاد فیشن اور تنگ خیال وغیرہ الفاظ سے مخاطب کیا جاتا ہے۔ پردہ کو غلامی اور تسفل (گراؤٹ) کی سب سے نمایاں علامت بتایا جاتا ہے۔ تعلیم اور اعلیٰ قابلیت سے عاری

رہنا بھی پردے ہی کا نتیجہ خیال کیا جاتا ہے۔

حالانکہ غلامی کی اصل وجہ بے پردگی بے حیائی اور موجودہ انگریزی تعلیم ہے۔ ہمارے لیڈر اپنا ہی گھر برباد کرنے کو ترقی سمجھتے رہے۔ کبھی پردہ کی مخالفت پر اسرار ہے کبھی سود کے جواز پر بحث و تکرار ہے۔ علماء کی توہین اور علوم اسلامیہ کے رواج کا بند کر دینا تو لیڈروں کا مقصد اعظم ہے۔ عمریں علماء پر تہرا کرتے گزر گئیں اور روزانہ اخباروں میں برسوں تک اس مبارک اور مقدس گروہ کو کوسا ہے۔ یہ ان حضرات کے اصول ترقی ہیں۔ آج کل جبریہ تعلیم کے مدارس (سکول و کالج) جا بجا کھل رہے ہیں۔ مسلمان اگر واقعی ترقی کے خواہاں ہیں تو مسجدیں آباد کریں۔ دیانت و امانت صدق اور راستبازی میں اپنے اسلاف کا نمونہ بنیں۔ زیر دستوں اور ضعیفوں کی ہمدردی میں اپنی راحت سمجھیں۔ دینداروں سے محبت کریں اور جنہیں دینداری سے نفرت ہے انہیں اپنے اخلاقی دباؤ سے درست کریں۔ مہربانی کر کے سکولوں، کالجوں، لائبریریوں اور کلبوں کے لئے چندے مانگنے کو ترقی کی فہرست میں شمار نہ کرائیں۔

مسلمانوں! ہوشیار ہو جاؤ اور ان لفظی ترقی کی پکار کرنے والوں پر اعتبار نہ کرو جن کے نزدیک ترقی کا معیار یہی ہے کہ سر پر انگریزی ٹوپی رکھ لیں، جالیگے پہن لیں، عورتوں کے بال کٹوا دیں انہیں برہنہ پھرائیں اور اپنی مرضی سے انہیں موقع دیں کہ وہ غیروں کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالیں۔ اس حیا سوز ترقی پر لعنت بھیجو۔ اسلامی آئین و وضع کو اختیار کرو جو اس وضع کیخلاف نظر آئے اس کو سمجھانے کی کوشش کرو۔ اگر تمہارا یہ دستور العمل رہا تو ان شاء اللہ بگڑے ہوئے سنبھل جائیں گے۔ خدا کرے کہ مسلمان اپنے دین کی حمایت و حفاظت کو ترقی سمجھے اور یہی ان کا نسب العین اور مطہر نظر ہو۔ آمین۔ (پردہ از مولانا ابوالشیر محمد صالح صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صفحہ ۳۷ تا ۵۲ سے مختلف اقتباسات)

دیوبند مکتبہ فکر کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کی نظر میں

انگریزی نظام تعلیم

مدارس اسلامیہ میں بے کار پڑے رہنا بھی انگریزی میں مشغول ہونے سے لاکھوں کروڑوں درجے بہتر ہے اسلئے گولیاقت اور کمال حاصل نہ ہو لیکن کم از کم عقائد تو خراب نہ ہوں گے اور مسجد کی جاروب کشی اس وکالت اور پیرسنری سے بہتر ہے جس سے ایمان میں تزلزل ہو اور خدا عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ اور بزرگان دین کی شان میں بے ادبی ہو جو انگریزی کا اس زمانہ میں اکثریتی بلکہ لازمی نتیجہ ہے۔ ہاں جس کو دین ہی جانے کا غم نہیں وہ جو چاہے کہے اور کرے۔

مزید سنئے

اس میں ذرا شبہ نہیں کہ اس وقت علوم دینیہ کے مدارس کا وجود مسلمانوں کے لئے ایسی بڑی نعمت ہے کہ اس سے فوق مقصود نہیں۔ دنیا میں اگر اسلام کی بقا کی کوئی صورت ہے تو یہ مدارس ہیں کیونکہ اسلام نام ہے خاص عقائد اعمال کا جس میں دیانت معاملات معاشرت اور اخلاق سب داخل ہیں اور ظاہر ہے کہ عمل موقوف ہے۔ علم پر اور علوم دینیہ کی بقا پر چند کہ فی نفسہ مدارس پر موقوف نہیں مگر حالات وقت کے اعتبار سے۔ ضرور مدارس پر موقوف ہے۔ (التہذیب ص ۴۶)

دیوبندی شیخ الحدیث مولوی ادریس کاندھلوی کی نظر میں انگریزی نظام تعلیم

قرآن حدیث میں جہاں لفظ علم آیا ہے۔ اس سے مراد محض اور فقط علم دین ہے نہ کہ دنیاوی علوم و فنون وغیرہ آج کل بعض سکولوں اور کالجوں کی نمایاں دیواروں پر حدیث طلب والعلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة (اور اطلبوا العلم ولو کان بالالصین وغیرہ) لکھی جاتی ہے۔ میرے استاد و مربی شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی فرمایا کرتے تھے کہ میرے نزدیک اس حدیث کو سکولوں اور کالجوں پر لکھنا اور اس سے دنیاوی علوم مراد لینا اندیشہ کفر ہے۔ (درالعلوم دیوبند ص ۵۳۲)

انگریزی تہذیب و نظام تعلیم سکولیوں، کالجیوں کے مدد و

ڈاکٹر اقبال کی نظر میں

اور یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف خوش تو ہم بھی ہیں جوانوں کی ترقی سے مگر لب خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ ہم تو سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم کیا خبر تھی کہ چلا آئے کا الحاد بھی ساتھ آیا ہے مگر اس سے عقیدوں میں تزلزل دنیا تو ملی مگر طائر دین کر لیا پرواز اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے جس علم کی تاثیر دن ہوئی ہے زناں کہتے ہیں اس علم کو ارباب نظر موت چشمے بینہ سے جاری ہے جوے خون علم حاضر سے ہے دین داروں کی آہ کتب کا جواں گرم خون ساحر فرنگ کامید زبوں لڑکیاں پڑھنے لگی انگریزی ڈھونڈی قوم نے فلاح کی راہ روشن مغرب ہے پیش نظر

واضح مشرق گو جانتے ہیں گناہ
یہ ڈرامہ دیکھائے گا کیا سین
پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ

معروف شاعر اکبر الہ آبادی کی نظر میں انگریزی نظام تعلیم

انگریزی تہذیب اور علی گڑھ کالج

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوچی
کالج و سکول کی ہر طرف بجتی ہے تو مڑی
چار دونی آٹھ ہیں اور فوکس معنی لومڑی
مسلمانوں کا وہ آئین طبع مستقل بدلا
چھٹی عربی گیا قرآن زباں بدلی تو دل بدلا
پروفیسروں سے ہمیں کچھ نہیں حاصل اکبر
دل عاشق میں ساتی نہیں سکول کی بات
علی گڑھ کو شرف بخشا ہے اقبال نصاریٰ نے
کہ جو مسلم اٹھا شوق ترقی میں یہیں آیا
پردہ اٹھا ہے ترقی کا یہ سامان تو ہیں
جوریں کالج میں پہنچ جائیں گے غلام تو ہیں
تعلیم کو کیا واسطہ آدمیت سے
جناب ڈارون کو حضرت آدم سے کیا مطلب
ایمان بیچنے پر ہیں اب سب تلے ہوئے
لیکن خرید ہو جو علی گڑھ کے بھاؤ سے

مغربی تعلیم سے دل ایشیاء کا ہے ملول
کر دیا خلقت کو اس نے بے تمیز و بے اصول

مسجدیں ہنسان ہیں اور کالجوں کی دھوم ہے
مسئلہ قومی ترقی کا مجھے معلوم ہے

نئی تہذیب میں دقت زیادہ تو نہیں ہوتی
مہذب رہتے ہیں قائم صرف ایمان جاتا ہے

دلوں کے کر نکلے کالج کے جواں
شرم مشرق کے عدو شیوا مغرب کے شہید

اپنی ہی یہ خطا ہے ہم نے خوب جانچا
لڑکے ڈھلے ہیں ویسے جیسا بنا تھا سانچہ

دین کی الفت دلوں سے ان کے یوہی گر مٹی
مسلم اٹھ جائیں گے رہ جائیگی یونیورسٹی

قارئین! اگلے صفحات پر آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ سرسید احمد خان نے دین
اسلام کے بنیادی عقائد ضروریات دین کی کیسے دھجیاں بکھیری ہیں اور اللہ سبحانہ اور انبیاء
واولیاء کے بارے میں کیسے نازیبا اور گستاخانہ الفاظ کہے ہیں۔

سرسید احمد خان کی اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخیاں

(۱) سرسید نے مسئلہ تقدیر کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ

تقدیر کا مسئلہ اگر صحیح ہو تو جو کام حضرت نے خود کئے ہیں اس کی سزا دوسروں کو دی جائیگی۔ (خودنوشت سرسید، ص ۶۵)

اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ سرسید کے نزدیک اللہ تعالیٰ اپنے افعال کی سزا مخلوق کو دے رہا ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

(۲) خدا نہ ہندو ہے نہ عرفی، مسلمان نہ مقلد نہ لاندہب نہ یہودی نہ عیسائی وہ تو پکا ہوا نیچری ہے۔ (خودنوشت، ص ۶۳)

(۳) اگر کوئی کہے کہ تیرہ سو برس سے کسی نے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین یا علمائے مجتہدین و مفسرین نے یہ معنی نہیں کہے بلکہ خود خدا نے یہ معنی نہیں سمجھا جو تم کہتے ہو تو ہم ادب سے عرض کریں گے کہ ہم کو اس دلیل سے معاف رکھئے۔

(خودنوشت، ص ۸۳)

گویا کہ سرسید کے کہنے کے مطابق جو معانی اس نے سمجھے پس وہ خدا نے بھی نہیں سمجھے۔ (استغفر اللہ تعالیٰ)

(۴) خدا سے غافل ہونا انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ خود خدا ہمارے ایسا پیچھے پڑا ہے کہ اگر ہم چھوڑنا بھی چاہیں تو نہیں چھوڑنا۔ اسی طرح ہم بھی خدا کے ایسے پیچھے پڑے ہیں کہ اگر خدا خود چاہے تو ہم کو چھوڑ نہیں سکتا۔ (حیات جاوید، ص ۷۲۹)

جب ہمارا دادا ابراہیم نیچری تھا تو ہم اس کی نہ خلف اولاد نہیں ہیں جو نیچری نہ ہوں۔ نیچر ہمارے خدا کا ہمارے باپ دادا کا تمنہ ہے۔ ہم نیچری ہمارا خدا نیچری ہمارے باپ دادا نیچری۔ اگر کوئی اس مقدس لفظ کو بری نیت سے استعمال کرتا ہے تو وہ جائے اور اس کا دین و ایمان۔ (حوالہ: مضمون نیچر شائع شدہ ۱۲۹۶ء)

اس مقام پر سرسید کے رد میں مولانا طیب علی دانہ پوری صاحب کی تحقیق کا خلاصہ پیش خدمت ہے جس میں انہوں نے سرسید احمد خان علی گڑھی کی تفسیر القرآن میں پائے جانے والے اسلام کش نظریات کی نشاندہی کرتے ہوئے ان باطل نظریات کی خود تردید کی اور سرسید کے وارد کردہ شبہات کا خوب ازالہ کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

وجود جبریل اور قرآن مجید (وحی) کے کلام الہی ہونے کا انکار

سرسید احمد خان لکھتا ہے:

”خدا اور پیغمبر میں بجز اوس ملکہ نبوت کے جس کو پاموس اکبر اور زبان شرع میں جبریل کہتے ہیں اور کوئی ایچی پیغام پہنچانے والا نہیں ہوا اس کا دل ہی وہ آئینہ ہوتا ہے جس میں تجلیات ربانی کا جلوہ دکھائی دیتا ہے۔ اس کا دل ہی وہ ایچی ہوتا ہے جو خدا کے پاس پیغام لے جاتا ہے اور خدا کا پیغام لے کر آتا ہے۔ وہ خود ہی وہ مجسم چیز ہوتا ہے جس میں سے خدا کے کلام کی آوازیں نکلتی ہیں وہ خود ہی وہ کان ہوتا ہے جو خدا کے لئے بے حرف و صوت کلام کو سنتا ہے خود ہی اس کے دل سے فوارہ کی مانند وحی اٹھتی ہے اور خود ہی اس پر نازل ہوتی ہے۔ اسی کا عکس اس کے دل پر پڑتا ہے جس کو وہ خود ہی الہام کہتا ہے اور اس کو کوئی بلواتا نہیں بلکہ وہ خود ہی بولتا ہے اور خود ہی کہتا ہے وَمَا يَنْطَلِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ جو حالات و واردات ایسے دل پر گزرتے ہیں وہ بھی بمقتضائے فطرت انسانی اور سب کے سب قانون فطرت کے پابند ہوتے ہیں وہ خود اپنا کلام نفسی ان ظاہری کانوں سے اسی طرح سنتا ہے جیسے کوئی دوسرا شخص اس سے کہہ رہا ہے۔ وہ خود اپنے آپ کو ان ظاہری آنکھوں سے اس طرح پردیکھتا ہے جیسے دوسرا شخص

اس کے سامنے کھڑا ہوا ہے۔ ان واقعات کے بتانے کو اگرچہ یہ قول یاد آتا ہے کہ قدراں بادہ ندانی بخدا تاجہ چشی۔ مگر ہم بطور تمثیل کے گو وہ کیسی ہی کم رتبہ ہو اس کا ثبوت دیتے ہیں۔ ہزاروں شخص ہیں جنہوں نے مجنوں کی حالت دیکھی ہوگی وہ بغیر بولنے والے کے اپنے کانوں سے آوازیں سنتے ہیں۔ تنہا ہوتے ہیں مگر اپنی آنکھوں سے اپنے پاس کسی کو کھڑا ہوا باتیں کرتا ہوا دیکھتے ہیں۔ وہ سب انہیں کے خیالات ہیں جو سب طرف سے بے خبر ہو کر ایک طرف مصروف اور اس میں مستغرق ہیں اور باتیں سنتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں پس ایسے دل کو جو فطرت کی رو سے تمام چیزوں سے بے تعلق اور روحانی تربیت پر مصروف اور اس میں مستغرق ہو ایسی واردات کا پیش آنا کچھ بھی خلاف فطرت انسانی نہیں ہے ہاں ان دونوں میں اتنا فرق ہے کہ پہلا مجنوں اور پچھلا پیغمبر گو کہ کافر پچھلے کو بھی مجنوں بتاتے ہیں۔

(تفسیر القرآن جلد اول ص ۲۳-۲۵)

مندرجہ بالا عبارت سے چند امور ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) پیغمبروں نے اپنی امتوں کے سامنے جو کلام الہی پیش کیا وہ کلام الہی ہرگز نہ تھا بلکہ وہ سب انہیں پیغمبروں کے دلوں کے خیالات تھے جو فوراً کے پانی کی طرح انہیں کے قلوب سے جوش مار کر نکلے اور پھر انہیں کے دلوں پر نازل ہو گئے۔

(۲) جبریل کسی ہستی کا نام نہیں فرشتوں کا کوئی وجود نہیں بلکہ جیسے پاگل اپنی دماغی بیماری کے سبب یہ سمجھتا ہے کہ میرے پاس کوئی کھڑا ہوا مجھ سے باتیں کر رہا ہے اور حقیقت میں وہاں کسی کا وجود نہیں ہوتا وہ سب اسی پاگل کے خیالات ہیں۔ اسی طرح لوگوں کی روحانی تربیت میں مصروف ہونے کے سبب پیغمبر بھی سمجھتا ہے کہ میرے پاس جبریل خدا کا یہ کلام لائے۔ فرشتوں نے خدا کا پیغام پہنچایا اور درحقیقت نہ جبریل کا وجود ہے نہ کسی اور فرشتے کا بلکہ وہ سب اسی پیغمبر کے دل کے خیالات ہیں جو پیغمبر کو فرشتوں کی شکل میں دکھائی دیتے ہیں۔

قارئین کرام! ذرا دیکھئے تو سہی کس طریقے سے سرسید احمد خان علی گڑھی نے انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جھوٹا ثابت کیا کہ وہ اپنے دلوں کے خیالات کو کلام الہی کہا کرتے تھے۔ قرآن مجید تو رات زبور انجیل اور تمام کتب الہیہ کو معاذ اللہ انسانی خیالات ٹھہرایا۔ وجود جبریل کا انکار کیا۔ فرشتوں کا انکار کیا۔ اب ان کفریات کے رد میں کوئی آیت مبارکہ پڑھی جائے کیونکہ وحی کو تو وہ انسانی خیال کہہ چکا۔

جنت کا انکار اور جنت کی نعمتوں سے مذاق

سرسید احمد خان علی گڑھی اپنی تفسیر قرآن میں جنت کی حقیقت کا انکار کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”جنت یا بہشت کی ماہیت جو خدا نے تعالیٰ نے بتلائی ہے وہ تو یہ ہے: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً مِّمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ کوئی نہیں جانتا کہ کیا ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک یعنی راحت چھپا رکھی گئی ہے اس کے بدلے میں جو وہ کرتے تھے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حقیقت بہشت کی فرمائی ہے کہ بخاری و مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند پر بیان کیا وہ یہ ہے قَالَ اللَّهُ تَعَالَى اَعَدَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تیار کی ہے میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ چیز جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہے اور نہ کسی کان نے سنی ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گزرا ہے۔ پس اگر حقیقت بہشت کی یہی باغ اور نہریں اور موتی کے اور چاندی سونے کی اینٹوں کے مکان اور دودھ شراب اور شہد کے سمندر اور لذت میوے اور خوبصورت عورتیں اور لونڈے ہوں تو یہ قرآن کی آیت اور خدا کے فرمودے کے بالکل مخالف ہے۔ کیونکہ ان چیزوں کو تو انسان جان سکتا ہے اور اگر فرض کیا جائے کہ ویسی عمدہ چیزیں نہ آنکھوں نے دیکھیں اور نہ کانوں نے سنیں تو بھی ولا خطر علی قلب بشر سے خارج نہیں ہو سکتیں عمدہ ہونا ایک اضافی صفت ہے اور جبکہ ان سب چیزوں کا نمونہ

دنیا میں موجود ہے تو اس کی صفت اضافی کو جہاں تک کہ ترقی دیتے جاؤ انسان کے دل میں اس کا خیال گزر سکتا ہی نہیں حالانکہ بہشت کی ایسی حقیقت بیان ہوئی ہے کہ لاخطر علی قلب بشر پس بہشت کی جو یہ تمام چیزیں بیان ہوئی ہیں درحقیقت بہشت میں جو قرۃ العین ہوگا اس کے سمجھانے کو بقدر رطافت بشری تمثیلیں ہیں نہ بہشت کی حقیقتیں۔

(تفسیر القرآن ص ۳۱)

پھر ص ۳۳، ص ۳۴ اور ص ۳۵ پر لکھتا ہے۔

یہ سمجھنا کہ جنت مثل ایک باغ کے پیدا ہوئی ہے۔ اس میں سنگ مرمر کے اور موتی کے جڑاؤ مکمل ہیں۔ باغ میں شاداب و سرسبز درخت ہیں۔ دودھ شراب شہد کی ندیاں بہہ رہی ہیں ہر قسم کا میوہ کھانے کو موجود ہے۔ ساقی ساقین نہایت خوبصورت چاندی کے کنگن پہنے ہوئے جو ہمارے ہاں کی گھونٹیں پہنتی ہیں شراب پلا رہی ہیں۔ ایک جنتی ایک حور کے گلے میں ہاتھ ڈالے پڑا ہے۔ ایک نے ران پر سر دھرا ہے۔ ایک چھاتی سے لپٹا رہا ہے۔ ایک نے لب جاں بخش کا بوسہ لیا ہے۔ کوئی کسی کونے میں کچھ کر رہا ہے، کوئی کسی کونے میں کچھ ایسا بہبودہ پن ہے جس پر تعجب ہوتا ہے اگر بہشت یہی ہو تو بے مبالغہ ہمارے خرابات اس سے ہزار درجے بہتر ہیں۔ علمائے اسلام رحمۃ اللہ علیہ نے بسبب اپنی رقت قلبی اور توجہ الی اللہ اور خوف ورجا کے غلبے کے جو آدمی کے دل پر زیادہ اثر کرنے سے ایسے درجے پر پہنچا دیتا ہے کہ اصل حقیقت کے بیان کرنے کی جرات نہیں رہتی۔ یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ جو امر الفاظ سے مستفاد ہوتا ہے اسی کو تسلیم کر لیں اور اس کی حقیقت اور اس کے مقصد کو خدا کے علم پر چھوڑ دیں۔ اس واسطے وہ بزرگ ان تمام باتوں کو تسلیم کرتے ہیں جن کو کوئی بھی نہیں مان سکتا اور وہ باتیں جیسے کہ عقل اور اصل مقصد بانی مذہب کے برخلاف ہیں ویسے ہی مذہب کی سچائی اور بزرگی اور تقدس کے برخلاف ہیں۔ اس امر کے ثبوت کے لئے بانی مذہب کا ان چیزوں کے بیان کرنے سے صرف اعلیٰ درجے کی راحت کا بقدر فہم انسانی خیال پیدا کرنا مقصود تھا نہ واقعی ان چیزوں کا

بہشت میں موجود ہونا ایک حدیث کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں جو ترمذی نے بریدہ ناشی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ اس میں بیان ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ بہشت میں گھوڑا بھی ہوگا۔ آپ نے فرمایا: تو سرخ گھوڑے پر سوار ہو کر جہاں چاہے گا اڑتا پھرے گا۔ پھر ایک شخص نے پوچھا کہ حضرت وہاں اونٹ بھی ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ وہاں جو کچھ چاہو گے سب کچھ ہوگا۔ پس اس جواب سے مقصود یہ نہیں ہے کہ درحقیقت بہشت میں گھوڑے اور اونٹ موجود ہونگے بلکہ صرف ان لوگوں کے خیال میں اس اعلیٰ درجے کی راحت کے خیال کا پیدا کرنا ہے جو ان کے خیال اور ان کی فہم و عقل و طبیعت کے مطابق اعلیٰ درجے کی ہو سکتی تھی۔

نیز:

حکمائے الہی اور انبیاء ربانی دونوں ایک سا کام کرتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ حکماء صرف ان چند لوگوں کو تربیت کر سکتے ہیں جن کا دل و دماغ تربیت پاچکا ہے۔ برخلاف اس کے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام کا خدا نام کو تربیت کرتے ہیں جن کا بہت بڑا حصہ قریب کل کے محض ناتربیت یافتہ جاہل وحشی جنگلی بدوی بے عقل بد دماغ ہوتا ہے اور اسی لئے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو یہ مشکل پیش آتی ہے کہ ان حقائق و معارف کو جن کو تربیت یافتہ عقل بھی مناسب غور و فکر و تامل سے سمجھ سکتی ہے۔ ایسے الفاظ میں بیان کریں کہ تربیت یافتہ دماغ اور کوڑ مغز دونوں برابر فائدہ اٹھائیں۔ قرآن مجید میں جو بے مثل چیز ہے وہ یہی ہے کہ اس کا طرز بیان ہر ایک کے مذاق اور دماغ کے موافق ہے اور باوجود اس قدر اختلاف کے دونوں نتیجہ پانے میں برابر ہیں۔ انہیں آیات کی نسبت دو مختلف دماغوں کے خیالات پر غور کرو۔ ایک تربیت یافتہ دماغ خیال کرتا ہے کہ وعدے بہشت کے جن الفاظ سے بیان ہوئے ہیں ان سے بعینہ وہ اشیاء مقصود نہیں بلکہ اس کا بیان کرنا صرف اعلیٰ درجے کی خوشی اور راحت کو فہم انسانی کے لائق تشبیہ میں لانا ہے۔ اس خیال سے اس کے دل میں ایک بے انتہا عمدگی نعیم جنت کی اور ایک ترغیب اور امر

کے بجالانے اور نواہی سے بچنے کی پیدا ہوتی ہے اور ایک کوڑمغز ملا یا شہوت پرست زائد یہ سمجھتا ہے کہ درحقیقت بہشت میں نہایت خوبصورت ان گنت حوریں ملیں گی۔ شرابیں پیئیں گے، میوے کھائیں گے، دودھ، شہد کی ندیوں میں نہائیں گے اور جودل چاہے گا وہ مزے اڑائیں گے اور اس لغو و بیہودہ خیال سے دن رات ادا امر کے بجالانے اور نواہی سے بچنے میں کوشش کرتا ہے اور جس نتیجے پر پہلا پہنچا تھا اسی پر یہ بھی پہنچ جاتا ہے اور کافہ انام کی تربیت کا کام بخوبی تکمیل پاتا ہے پس جس شخص نے ان حقائق قرآن مجید پر جو فطرت انسانی کے مطابق ہیں، غور نہیں کیا اس نے درحقیقت قرآن مجید کو مطلق نہیں سمجھا اور اس نعمت عظمیٰ سے بالکل محروم رہا۔

نیز ص ۳۶ پر لکھتا ہے:

بعض ہمارے علمائے اسلام نے بھی تشابہ کی تفسیر میں شر سے درختوں کے میوے مراد نہیں لئے۔ بیضاوی میں لکھا ہے کہ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ جو لذت دنیا میں خدا کی معرفت اور اس کی اطاعت میں چکھی تھی تو جنت میں وہ لذت بڑھ کر ہوگی۔ اس لئے ان الفاظ سے کہ یہ وہی ہے جو ہم کو پہلے ملا تھا ثواب مراد ہو سکتا ہے اور ایک ہی ہونے سے بزرگی اور علو مدارج میں ایک سا ہونا مراد ہے۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسے کہ کافروں کے حق میں کہا گیا ہے کہ چکھو جو تم جانتے تھے۔ تفسیر کشف الاسرار میں لکھا ہے کہ جنت و نار کی جو چیزیں بیان ہوئی ہیں وہ سب تمثیلیں ہیں نہ حقیقتیں تاکہ جو چیز ہمارے پاس ہے اس سے اس چیز کا جو ہم سے پوشیدہ ہے کچھ خیال ہو۔

سر سید احمد خان کی ان ناپاک عبارتوں کے کفر گنوانے سے پہلے ہم اپنے مسلمان سنی بھائیوں کو یہ باتیں بتائیں کہ پیر نیچر سر سید نے ان نجس عبارتوں میں بھولے بھالے سیدھے سادے مسلمانان اہلسنت کو کیسے کیسے فریب اور دھوکے دیئے ہیں۔

اولاً۔ آیت کریمہ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً مِّمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ کا مطلب یہ بیان کیا کہ جنت کی کسی چیز کی حقیقت و

ماہیت کسی کو کچھ بھی کسی طرح معلوم نہیں ہو سکتی حالانکہ آیت مبارکہ کا ترجمہ یہ ہے۔ تو کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لئے چھپا رکھی ہے۔ صلدان کے کانوں کا (ترجمہ رضویہ)

اس کا مطلب تو یہ ہے کہ جنت اور اس کی نعمتیں عالم شہادت میں سے نہیں دنیا میں لوگ اس کی کسی نعمت کو اپنے حواس سے یا اپنی عقلوں سے سوچ سمجھ کر معلوم نہیں کر سکتے۔ مسلمان جن جنت کی نعمتوں پر ایمان رکھتے ہیں ان کو انہوں نے نہ تو اپنے حواس سے معلوم کیا ہے نہ اپنی عقل سے سوچ سمجھ کر ان کی حقیقت کو دریافت کیا ہے بلکہ یا تو ان کا بیان خود اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادہ نے دیا ہے۔ یا رسول اکرم مطلع علی الغیوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں اپنے نام ہوؤں کو سنایا ہے مگر پیر نیچر نے اس کا مطلب یہ گڑھ لیا کہ جنت کی نعمتوں کا علم کسی شخص کو کسی طرح کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔

ثانیاً۔۔۔۔۔ بے شک قرآن مجید میں فرمایا کہ کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھوں کی ٹھنڈک جنتیوں کے لئے چھپا رکھی گئی ہے اور بے شک حدیث شریف میں ہے:

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى 'اَعَدَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا اَذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ اَقْدَرُوا اِنْ شِئْتُمْ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ اَعْيُنٍ' (بخاری جلد ۲ ص ۷۰۴)

یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ نعمت مہیا کر رکھی ہے جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی آدمی کے دل پر اس کا خیال گزرا اور اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ اَعْيُنٍ یعنی کوئی شخص نہیں جانتا جو آنکھوں کی ٹھنڈک اہل بہشت کے لئے چھپا رکھی ہے اور بے شک اہل جنت کی آنکھوں کی سب سے بڑی ٹھنڈک جو ان کے لئے چھپا رکھی گئی ہے جس کو دنیا میں نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی انسان کے دل پر اس کا خطرہ گزرا۔ وہ ان کے مالک رب کریم جل جلالہ کا جمال ہے جو جنت میں ان کے لئے جلوہ

اس قدر حقیقت گڑھی کہ خدا کی معرفت اور اس کی اطاعت کو جو لذت دنیا میں چکھی تھی آخرت میں وہ لذت بڑھ کر ہوگی۔ یہ لذت بھی جب دنیا میں انسان نے چکھی تو خود تیرے ہی اقرار سے اس کی صفت اضافی کو جہاں تک ترقی دیتے جاؤ انسان کے دل پر اس کا خطرہ گزر سکتا ہے اور تیرے ہی اقرار سے ایسی نعمت مراد نہیں ہو سکتی جس کا انسان کے دل پر خطرہ (خیال) گزر سکتا ہو تو خود تیرے ہی اقرار سے تیری گھڑی ہوئی یہ حقیقت بھی ہر گز مراد نہیں ہو سکتی۔

ثالث..... حضرات ائمہ دین مفسرین اور محدثین اور علماء کا ملین رحمۃ اللہ علیہم جو قاطبہ بالا جماع والاتفاق جنت کی ان نعمتوں کا برابر بیان فرماتے چلے آئے جو قرآن کریم کی صمد ہا آیات مبارکہ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہزار ہا احادیث کریمہ میں تفصیل بیان فرمائی گئی ہیں تو ان سب حضرات کو یہ پیر پیغمبر سر سید اس طرح جھٹلاتا ہے کہ ان کے قلوب نرم تھے ان کے دلوں پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا چھا گیا تھا ان کے قلوب پر اللہ عز و جلہ کے قہر سے ڈرنے اور اس کی رحمت کی امید رکھنے کا غلبہ ہو گیا تھا اس لئے ان کو اصل حقیقت معلوم نہ ہو سکی اور اسی لئے وہ جنت کی ان نعمتوں پر ایمان رکھتے چلے آئے جو عقل کے بھی خلاف ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل مقصد کے بھی خلاف ہیں۔ مذہب کی چٹائی کے بھی خلاف ہیں۔ بزرگی اور پاک بازی کے بھی خلاف۔ پیرانہ کوئی اس مرتد اکفر سے پوچھنے وار نہیں کہ جب توجہ الی اللہ اور اللہ عز و جلہ کے قہر، خوف اور اس کی رحمت کی امید یہ ایسی چیزیں ہیں جن کے سبب اصل حقیقت معام نہ ہو سکتی تو تجھے جنت کی نعمتوں کی اصل حقیقت کا علم کیونکر ہو گیا۔ کیا خود تیرے ہی اقرار سے ثابت نہ ہو گیا کہ تو نے جنت کی نعمتوں کے معانی کی جو یہ تحریف کی ہے اس کا سبب یہی ہے کہ تیرے دل پر قہر الہی سے بے خوفی اور رحمت خداوندی سے نہ امید کی اور توجہ الی اللہ علیہ وسلم کا غلبہ ہے۔ ہر مسلمان خود ہی انصاف کرے گا کہ جو جنتی قہر الہی سے بے خوفی اور رحمت الہی سے نہ امید کی اور

فرمائے گا اور ہمارے آقا ہمارے مالک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ اپنے رب جل جلالہ کو دو مرتبہ دیکھا لیکن اللہ عز و جل کی ذات و صفات کا احاطہ تو ممکن ہی نہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو ان سب جنتیوں کے سردار ہیں جن کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا رکھی گئی ہے تو خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں اپنے رب جل جلالہ کے جمال کی وہ تجلیات دیکھیں گے جو شب معراج بھی نہ دیکھی ہوں گی اور نہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اقدس پر ان کا خطرہ (خیال) گزرا ہوگا بلکہ تجلیات البیہ تو اللہ عز و جل کے نیک بندوں کے لئے ابد الابد تک ہمیشہ ہمیشہ بڑھتی رہیں گی اور ہمارے آقا سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ عز و جلہ کے خواص عباد صالحین کے درمیان وہی نسبت ہمیشہ رہے گی جو آج ہے تو جنت میں جمال الہی کی جو تجلیات حضور اقدس محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائیوں حضرات انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں اور نامیادوں کو ابد الابد تک ہمیشہ ہمیشہ حاصل ہوتی رہیں گی۔ ان کو آج کوئی شخص بھی نہیں جانتا نہ کسی آنکھ نے ان کو دیکھا ہے نہ کسی کان نے ان کو سنا ہے نہ کسی انسان کے دل پر ان کا خطرہ (خیال) گزرا ہے۔

آیت مبارکہ اور حدیث کریم کے یہ معنی کس قدر صاف و واضح تھے لیکن پیر پیغمبر سر سید احمد خان نے حدیث شریف کے معنی بگاڑ کر اس کا مطلب گڑھ دیا کہ جنت کی کسی نعمت کا خیال بھی کسی شخص کے دل میں نہیں آ سکتا ہے اور جنت کی کسی نعمت کو کسی طرح کوئی انسان جان ہی نہیں سکتا۔ اب کوئی بندہ خدا اس مرتد اکفر سے پوچھنے والا نہیں کہ جب تو یہ خود ہی کہتا ہے کہ جس چیز کا نمونہ دنیا میں موجود ہے اس کی صفت اضافی کو جہاں تک ترقی دیئے جاؤ انسان کے دل میں اس کا خطرہ گزر سکتا ہے۔ لہذا اس جنس کی ایسی عمدہ نعمت مراد نہیں ہو سکتی جس کی اعلیٰ درجے کی عمدگی نہ کسی آنکھ نے دیکھی نہ کسی کان نے سنی نہ کسی انسان کے دل پر اس کا خطرہ گزرا ہو تو خود تو جنت اور اس کی نعمتوں کی صرف

تو جہاں الشیطان کے سبب گڑھے گئے ہیں ان کو تسلیم کرنے والا نہ ہوگا مگر کافر بے ایمان بندہ شیطان والیاء اللہ الملک الدیان۔

پھر پیر نجر کا ظلم عظیم تو دیکھو۔ کہتا ہے کہ تو جہاں اللہ اور اللہ عز و جلہ کے قہر سے ڈرنا اور اس کی رحمت کی امید رکھنا یہ ایسی چیزیں ہیں کہ جب انسان کے دل پر غالب ہوتی ہیں تو اسکو بے عقل اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل مقصد کا مخالف بنا دیتی ہیں اور اس کو مذہب کی سچائی اور بزرگی و پاک بازی سے دور ہٹا دیتی ہیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یہ ساڑھے تیرہ سو برس کے تمام علماء اسلام رضی اللہ عنہ کی مبارک شانوں میں تو سخت گندی گالی ہے ہی اللہ عز و جلہ کی بارگاہ میں بھی شدید گستاخی ہے۔

راہبا..... حد بھر کی بے ایمانی دیکھو حدیث شریف تو یہ نقل کی کہ

ان رجلا قال یا رسول اللہ هل فی الجنة خیل قال ان اللہ ادخلک الجنة فلا تشاء ان تحمل فیها علی فرس من یا قوتہ حمراء یطیر بک فی الجنة حیث شئت الافعلت وسالہ رجل فقال یا رسول اللہ هل فی الجنة من ابل قال فلم یقل له ما قال لصاحبه فقال ان یدخلک اللہ الجنة یکن لک فیہا ما شئتہ نفسک ولذت عینک (جامع ترمذی)

یعنی ایک صاحب نے عرض کی یا رسول اللہ! جنت میں گھوڑے ہیں۔ حضور مالک جنت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ تجھ کو جنت میں داخل کرے گا تو جب کبھی تو چاہے گا کہ سرخ یا قوت کے گھوڑے پر سوار ہو جو تجھ کو جنت میں جہاں چاہے اڑاتا پھرے تو ایسا ہی تو کرے گا اور ایک اور صاحب نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا جنت میں اونٹ ہیں۔ بڑیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور مالک فردوس صلی اللہ علیہ وسلم

نے ان کو وہ جواب نہیں دیا جو پہلے صاحب کو دیا تھا بلکہ یوں فرمایا کہ اگر اللہ عز و جل تجھ کو جنت میں داخل کرے گا تو تیرے لیے جنت میں وہ سب کچھ ہوگا جس کو تیرا جی چاہے گا اور جس سے تیری آنکھ کو لذت پہنچے گی۔

حدیث شریف کا واضح مطلب تو یہی ہے کہ جنت میں داخل ہونے والے جس قسم کی جو کچھ نعمتیں چاہیں گے ملیں گی۔ جب ایک صاحب نے عرض کی کہ جنت میں گھوڑے ہیں۔ ارشاد فرمایا: جنت میں اگر تم چاہو گے تو یا قوت سرخ کے اڑنے والے گھوڑے تم کو ملیں گے۔ اس پر دوسرے صاحب نے عرض کی کہ جنت میں اونٹ ہیں؟ اس کا جواب بھی اگر وہی عطا فرمایا جاتا جو پہلے صاحب کو عطا فرمایا گیا تو اس طرح تمام نعمتوں کے متعلق غیر متناہی سوالات کا سلسلہ شروع ہو جاتا لہذا حضور جوامع الکلم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا وہ جواب عطا فرمایا جو اس سوال کا بھی جواب ہے اور اس قسم کے جس قدر سوالات ہو سکتے ہیں سب کا جواب ہے اور حضور مالک جنت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب وہی مضمون ہے جو خود اللہ عز و جل نے ارشاد فرمایا:

اَلْاٰخِلَآءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ ۝ یُعْبَادُوْا لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمْ الْیَوْمَ وَلَا اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْاٰیٰتِهَا وَكَانُوْا مُسْلِمِیْنَ ۝ اَدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ۝ یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِصَحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِیْهَا مَا تَشْتَهٰیهِ الْاَنْفُسُ وَتَدَّکُّ الْاَعْیُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ اُوْرَثْنٰهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (سورۃ الزمر آیت ۷۲-۷۷)

گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار ان سے فرمایا جائے گا اے میرے بندو! آج نہ تم پر خوف نہ تم کو غم ہو وہ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور مسلمان تھے داخل ہو جنت میں تم اور تمہاری بیبیاں تمہاری خاطر میں ہوں گی۔ ان چھوڑے ہوئے گناہوں کے پیالوں اور

جاموں کا اور اس میں ہے جو جی چاہے اور جس سے آنکھ کو لذت پہنچے اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے اور یہ ہے وہ جنت جس کے تم وارث کیے گئے اپنے اعمال سے (ترجمہ رضویہ)

مگر مرتد اکفر نے اس کا مطلب یہ گڑھ دیا کہ جنت میں یہ سب نعمتیں نہیں ملیں گی بلکہ صرف ایک اعلیٰ درجے کی روحانی راحت کا نام جنت ہے۔ پیارے سنی مسلمان بھائیو! دیکھو تم کو بے دین بنانے کے لئے قرآن کریم و حدیث کریم کے ساتھ کیسی کیسی کھیلیں کھیلی جا رہی ہیں۔

من یصلل اللہ فبالہ من ہادوا العیاذ باللہ البلیک الجواد

خامسا..... جب سرسید احمد خان پر یہ اعتراض وارد ہوا کہ اگر جنت اور اس کی نعمتوں سے صرف ایک اعلیٰ درجے کی راحت روحانی منا مقصود تھا تو خدا اور رسول جل جلالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے آیات مبارکہ اور احادیث شریفہ میں جنت کی نعمتوں کی اس قدر تفصیلات کیوں فرمائیں۔ قرآن عظیم و حدیث کریم میں صرف اتنا ہی کیوں نہیں فرمایا دیا کہ نیک کام کرنے والوں کو ایک اعلیٰ درجے کی روحانی راحت ملے گی تو اس کا یہ ناپاک جواب دیتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جن لوگوں کو قرآن پاک سنایا اور اپنی احادیث شریفہ بیان فرمائیں وہ شخص نافریت یافتہ جاہل وحشی بدوی بے عقل بدماغ اور کوڑ مغز تھے۔ وہ اعلیٰ درجے کی روحانی خوشی و راحت کے مفہوم کو سمجھ ہی نہیں سکتے تھے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ عزوجل کے رسول ہیں۔ خود اللہ عزوجل بھی ان کو اعلیٰ درجے کی روحانی خوشی و راحت کے مفہوم کو نہیں سمجھا سکتا تھا۔ چنانچہ سرسید صفحہ ۳۲ پر لکھتا ہے:

”بہشت کی کیفیت یا لذت کا جس کو قرۃ العین سے تعبیر کیا ہے۔ بیان کرنا گو کہ خدا ہی اس کا بیان کرنا چاہے محال سے بھی بڑھ کر محال ہے اسی مجبوری اور مشکل کے سبب اس اعلیٰ درجے کی روحانی راحت کو جو ان کے خیال اور

ان کی عقل و فہم و طبیعت کے مطابق اعلیٰ درجے کی ہو سکتی تھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے آیات کریمہ میں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث مبارکہ میں جنت کی نعمتوں کی یہ سب تفصیلات کی صورت میں بیان فرمایا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ

پیارے سنی مسلمان بھائیو! تمہارے دلوں میں ضروریات دینیہ کا انکار جمانے کے لئے تمہارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور پیارے صحابہ کرام و اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم کو حتیٰ کہ خود تمہارے پیارے رب عزوجل کو کیسی کیسی گالیاں دی جا رہی ہیں۔ اب کوئی بندہ خدا سرسید سے پوچھنے والا نہیں کہ جب بہشت کی کیفیت و لذت کے اصلی معنی کو نہ تو علمائے اسلام رضی اللہ عنہم سمجھ سکے کیونکہ ان کے قلوب پر توجہ الی اللہ اور خوف قہر الہی و رجاء رحمت رحمانی کا غلبہ تھا اور نہ حضرات صحابہ کرام و اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم سمجھ سکے کیونکہ وہ لوگ معارف اللہ ناتربیت یافتہ جاہل وحشی بدوی بے عقل بدماغ اور کوڑ مغز تھے۔ نہ خود اللہ و رسول عزوجل صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہشت کی کیفیت و لذت کو بیان کر سکے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ کے لئے بہشت کی کیفیت و لذت کا بیان کرنا محال سے بڑھ کر محال بتا چکا تو خود تو نے جنت کی کیفیت و لذت جو محض ایک اعلیٰ درجے کی روحانی راحت بتائی۔ تجھے یہ حقیقت کیونکر معلوم ہوئی۔ ذَلِیْلٌ لِّیَعْلَمَ اَنْیَی لَمْ اُخْنِئْ بِالْغَیْبِ وَاَنَّ اللّٰہَ لَا یَهْدِیْ کَیْدَ الْخٰلِقِیْنِ ۝

اب ان نیچریوں سے کون کہے کہ جب بہشت کی کیفیت و لذت کا بیان کرنا اللہ عزوجل کے لئے بھی تمہارا بہر نیچر محال سے بڑھ کر محال کہہ چکا اور آپ خود اس کی حقیقت بتادی کہ وہ ایک اعلیٰ درجے کی روحانی راحت کا نام ہے لہذا سرسید نے خود کو اللہ تعالیٰ سے بھی بڑھ کر بتا دیا اور یہ بھی اس کا اور اس کے ماننے والوں کا ایک مستقل کفر ملعون ہوا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سر سید نے اپنے مدعائے باطل پر تفسیر بیضاوی کی یہ عبارت پیش کی:

”وَأَنَّ فَلَايَةَ مَحَلًّا آخِرَهُ وَهُوَ أَهْلُ الْجَنَّةِ فِي مَقَابِلَةِ مَا رَزَقُوا فِي الدُّنْيَا مِنَ الْمَعَارِفِ وَالطَّاعَاتِ مُتَّفَاوَتَةً فِي اللَّذَّةِ بِحَسَبِ تَفَاوُثِهَا فَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ الْمُرَادُ مِنْ هَذَا الَّذِي رَزَقْنَا أَنَّهُ ثَوَابُهُ وَمِنْ تَشَابُهِهَا ثَبَاتُ ثَلَاثِهَا فِي الشَّرَفِ وَالْمَرْيَةِ وَعِلْوِ الطَّبَقَةِ فَيَكُونُ هَذَا فِي الْوَعْدِ نَظِيرَ قَوْلِهِ تَعَالَى ذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ فِي الْوَعْدِ“

یعنی یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرَى مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ كُلُّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِزْقًا قَالُوا هَذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَأَنُوتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِيهَا أَنْوَاعٌ مُطَهَّرَةٌ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ

اور (اے محبوب) خوشخبری دے انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں رواں۔ جب انہیں ان باغوں میں سے کوئی پھل کھانے کو دیا جائے گا صورت دیکھ کر کہیں گے یہ تو وہی رزق ہے جو ہمیں پہلے ملا تھا اور وہ صورت میں ملتا جلتا انہیں دیا گیا اور ان کے لئے ان باغوں میں ستھری پہیاں ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ کے لئے رہیں گے۔ (ترجمہ رضویہ)

اس آیت کے ایک اور معنی بھی ہو سکتے ہیں اور وہ یہ کہ جنتیوں کی لذیر نعمتیں ان معارف و عبادات کے مقابلے میں ہیں جن کی توفیق ان کو دنیا میں دی گئی تو وہ لذیر نعمتیں لطف و لذت میں باہم اس طرح تفاوت رکھتی ہیں جیسے ان معارف و طاعات کا باہم تفاوت ہے تو ہو سکتا ہے ہذا الَّذِي رُزِقْنَا سے یہ مراد ہو کہ جنت کی لذیر نعمتیں جو ہم کو

مل رہی ہیں یہ انہیں عبادات و طاعات و معارف کا ثواب ہیں جن کی توفیق ہم کو دنیا میں دی گئی تھی اور ان لذیر نعمتیں جنت کا ان طاعات و معارف کے ساتھ ملتے جلتے ہونے سے ان کا شرف و مرتبہ و علو درجات میں ان کا مثل ہونا مراد ہو تو یہ فرمان الہی و عید میں اللہ تعالیٰ کے اس قول کی نظیر ہوگا جو کفار سے وعید میں فرمایا گیا کہ چکھو اس کا عذاب جو تم کرتے تھے۔ اس طرح سر سید نے اپنے مدعا پر تفسیر کشف الاسرار کی یہ عبارت پیش کی۔

”وَأَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى خَاطِبُنَا بِالْأَمْثَالِ لِيَدُلَّنَا عَلَى الْحَاضِرِ عِنْدَهُ بِالْحَاضِرِ عِنْدَنَا فَلَا سَاءَ مُتَّفَقَةً فِي الدَّلَالَةِ وَالْمَعْنَى مُخْتَلِفَةً وَلَوْلَا ذَلِكَ لَبَا بَقِيَ فِي النَّارِ شَيْءٌ مِنْ شَجَرَةِ الزَّقْوَمِ وَالسَّلَاسِلِ وَغَيْرِ ذَلِكَ بَلْ كَانَتْ تَأْكُذُ النَّارُ وَمَا فِي الْجَنَّةِ مِنْ

فَرَشِهَا وَانْهَارَهَا كَذَلِكَ فَهُوَ مِثْلُ فَقْطُ“

اور یہ بات معلوم کر لو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بیانوں کے ساتھ ہم سے مخاطب فرمایا ہے تاکہ جو حقوق بات و لذائذ ہمارے سامنے موجود ہیں انہیں کے ذریعے سے ہم کو ان تکلیفوں اور نعمتوں کا علم عطا فرمائے جو اس کے کافر و مومن بندوں کے لیے اس کے یہاں ہیں تو دنیا و آخرت کی تکلیف وہ چیزوں اور لذیر نعمتوں کے نام ایک جیسے ہی ہیں اور معانی میں باہم اختلاف ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا اور دنیا میں جس طرح کی چیزوں کے یہاں بالکل ایسی ہی چیزوں کے یہ نام آخرت میں بھی ہوتے تو دنیا کا تھوہڑ کا درخت اور دنیا کی یہ زنجیریں وغیرہ کوئی چیز جہنم میں باقی نہ رہتی بلکہ ان سب چیزوں کو آگ کھا جاتی اور جنت میں جو کچھ اس کے بچھونے اور نہریں ہیں وہ بھی دنیا کی نعمتوں کے ساتھ صرف تمہیل ہے۔ تفسیر بیضاوی کی عبارت منقولہ کا مفاد صرف اس قدر ہے کہ ایمان اور ایک عمل صالح کے بدلے میں جنت کا الگ الگ ایک ایک پر لطف میوہ اور بہشت کی علیحدہ علیحدہ ایک ایک لذیر نعمت ہے۔

تَوَكَّلْنَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِزْقًا قَالُوا هَذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ

وَأَتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ جب اہل جنت کوئی بہشتی میوہ کھائیں گے تو کہیں گے کہ یہ فلاں عمل صالح کا بدلہ ہے اور جس درجہ و مرتبہ کا وہ عمل صالح ہوگا اسی درجہ و مرتبہ کی لذت اس جنتی میوے میں ہوگی۔ اسی طرح کافروں کے کفر اور ان کے ہر ایک عمل بد کے بدلے میں جہنم کی الگ الگ ایک ایک عقوبت اور دوزخ میں علیحدہ علیحدہ ایک ایک عذاب ہوگا تو جب کفار کو جہنم کا کوئی عذاب دیا جائے گا ان سے فرشتے کہیں گے کہ یہ اپنے فلاں عمل بد کا عذاب چکھو اور جس درجے و مرتبے کا وہ عمل برا ہوگا ویسی ہی مرتبے درجے کی تکلیف بھی اس عقوبت میں ہوگی مگر سرسید نے یہ عبارت بیضاوی نقل کر کے اس کا یہ کفری مطلب گڑھ دیا کہ نہ جنت میں میوے اور نہ جہنم میں عذاب و غلامان ہیں نہ درحقیقت جنت کا کوئی وجود خارجی ہے بلکہ دنیا میں عمل صالح کرنے میں روح کو جو فرحت و راحت حاصل ہوئی تھی بس اسی روحانی راحت کے اعلیٰ درجے پر حاصل ہونے کا نام جنت ہے یہ ہے سرسید کی دزدی و دلاوری و بکف چراغی و دلا حول و لا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ اسی طرح سرسید نے تفسیر کشف الاسرار کی جس قدر عبارت نقل کی اس کا مطلب بھی صرف اسی قدر ہے کہ دوزخ میں کفار کے لئے جن تکلیف دینے والی چیزوں کا ذکر ہے ان کی وہی حقیقتیں مراد ہیں جو ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کیونکہ مثلاً دنیا میں جو تھوہڑ کا درخت ہے وہ آگ میں جل جاتا ہے مگر جہنم میں کافروں کے لئے جو تھوہڑ کا درخت ہے وہ جہنم کی آگ میں نشوونما پاتا ہے۔ دنیا میں جو زنجیریں ہیں وہ آگ میں پگھل کر فنا ہو جاتی ہیں مگر کافروں کو جہنم کی جن زنجیروں میں پرو دیا جائے گا وہ خود آگ ہی کی بنی ہوئی ہوں گی۔ اس طرح جنت کے جن میوؤں اور بہشت کی جن لذتیں و نعمتوں کا ایمان والوں کے لئے قرآن عظیم و حدیث کریم میں بیان ہے ان کی بھی وہ حقیقتیں مراد ہیں جو دنیا میں ہمارے سامنے ہیں کیونکہ مثلاً دنیا کا دودھ گائے بھینس بکری اونٹنی وغیرہ جانوروں کے تھنوں سے حاصل ہوتا ہے مدت گزرنے پر بگڑ جاتا ہے۔ جنت میں دودھ کی نہریں بہہ رہی ہیں جنت کے دودھ کا کبھی مزہ نہیں بگڑتا۔ دنیا کی شراب

پھلوں کو نچوڑ کر اس کو سڑا کر بنائی جاتی ہے۔ بدبودار نشہ آور ہوتی ہے جنت میں شراب کی نہریں جاری ہیں۔ جنت کی شراب مشک سے زیادہ خوشبودار پاکیزہ اور نشاط بخش ہے اس میں مطلقاً نشہ نہیں۔ دنیا کی نہریں زمین کی گہرائیوں میں بہتی ہیں جنت کی نہریں زمین سے اوپر بہتی ہیں جہاں جنتی چاہے گا وہیں پر بہتی ہوئی پہنچیں گی۔ دنیا کا شہد مکھیوں کے چھتے سے حاصل ہوتا ہے پھر اس میں موم اور کوڑا کرکٹ بھی ملا ہوتا ہے جنت میں شہد کی بھی نہریں بہتی ہیں جنت کا شہد بالکل صاف خالص اور پاک ہے۔ دنیا کی عورتیں دنیا میں حیض و نفاس سے ملوث ہوا کرتی ہیں ان کی ناک سے رینٹھ کان سے میل بدن سے میل پکھیل خارج ہوتا ہے۔ جنت کی حور عین ان سب آلودگیوں سے ہمیشہ پاک و صاف رہیں گی۔ دنیا کی عورتیں بڑھی ہو جاتی ہیں بیمار ہوتی ہیں جنت کی عورتیں نہ کبھی بڑھی ہوں گی نہ بیمار پڑیں گی تو خلاصہ یہ ہوا کہ جنت کے دودھ شہد بہشت کی شراب نہروں اور عورتوں کا نام تو وہی دودھ شہد شراب نہر اور عورت ہی ہے مگر وہاں کے دودھ شہد وہاں کی شراب اور نہروں اور عورتوں کی کیفیت دنیا کی نہروں اور عورتوں اور شراب اور دنیا کے دودھ اور شہد سے بالکل علیحدہ ہے اور اسی بیان پر جنت کی دوسری لذتیں و نعمتوں اور بہشت کے لطیف میوؤں کو قیاس کر لیا جائے اسی طرح جہنم میں جو تھوہڑ کا درخت اور زنجیریں اور سانپ اور بچھو وغیرہ ہیں ان کے نام تو یہی تھوہڑ کا درخت اور زنجیریں اور سانپ اور بچھو وغیرہ ہیں لیکن دوزخ کے تھوہڑ کے درخت اور زنجیریں اور سانپ اور بچھو وغیرہ کی حقیقتیں دنیا کی زنجیروں اور دنیا کے تھوہڑ کے درخت اور دنیا کے سانپ اور بچھو وغیرہ کی باتوں سے بالکل علیحدہ ہیں مگر سرسید نے تفسیر کشف الاسرار کی عبارت کا یہ کفری مطلب گڑھ دیا کہ نہ دوزخ میں سانپ، بچھو اور زنجیریں اور تھوہڑ کے درخت ہیں نہ دوزخ کا کوئی وجود خارجی ہے بلکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جو کلفت روح کو ہوئی تھی بس اسی روحانی اذیت کا اعلیٰ درجے پر محسوس ہونا دوزخ اور جہنم ہے اور نہ جنت میں میوے ہیں نہ باغ ہیں نہ محل ہیں نہ نہریں ہیں نہ حوریں ہیں نہ غلامان ہیں نہ جنت کا کوئی

وجود خارجی بلکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی جو راحت روح کو ہوئی اسکا اعلیٰ درجے پر محسوس کرنا جنت ہے۔ یہ ہے سرسید کی چوری اور سید زورگی۔ ولاحول ولا قوة الا باللہ العلیٰ العظیم۔

اب اس مرتد اکفر کو کون بندہ کہے کہ جب تیرے نزدیک تمام مفسرین عظام و محدثین کرام و علمائے اسلام رضی اللہ عنہم کے قلوب پر توجہ الی اللہ اور خوف قہر الہی و امید رحمت الہی کا اس قدر غلبہ تھا کہ ان کو اصل حقیقت معلوم ہی نہ ہو سکی تو پھر تجھ کو کیا حق ہے کہ بھولے بھالے سیدھے سادھے مسلمانان اہلسنت کو دھوکے دینے کے لئے تفسیر بیضاوی و تفسیر کشف الاسرار کی عبارتیں پیش کرے یہی کہ اِذَا ارَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلَا مَرَدَ لَهُ ۚ وَمَا لَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَّالٍ ۝ وَالْعِيَادُ بِاللّٰهِ تَعَالٰی ذِی الْعِزَّةِ وَالْجَلَالِ

سابعاً

سرسید نے ان دعا بازیوں اور جلسازیوں کے علاوہ ایک نہایت ناپاک شرارت یہ بھی کی ہے کہ سادہ لوح سنی مسلمانوں کو جنت کی طرف سے متنفر کرنے کے لئے جنت کی نعمتوں پر تمسخر اڑایا ہے۔ تمام نیچری اکٹھا ہو کر جواب دیں کہ کسی حقیقت و واقعہ کا مذاق بنانے کسی واقعہ صحیحہ پر نہایت مکروہ اور گندے الفاظ میں ٹھٹھے لگانے سے کیا اس کافی الواقعہ ابطال ہو جاتا ہے اور جن خادموں اور کنیزوں سے خدمت لینا شرعاً و عقلاً ہر طرح جائز ہو ان سے خدمت لینا یا اپنی جائز و حلال پیسیوں سے معاملات زوجیت برتنایا پینے کی جس چیز کا صرف نام ہی شراب ہو لیکن دینی شراب کی کوئی خباثت کوئی ہرائی اس میں نہ ہو نہ وہ نشہ لانے والی ہو نہ عقل زائل کر نیوالی ہو نہ حواس میں تغیر پیدا کر نیوالی ہو بلکہ پاکیزگی و لطافت کو اور زیادہ بڑھانے والی ہو اس کا استعمال کرنا کیا کچھ عیب ہے اور اگر نہیں تو اگرچہ ہمیں یہ گندانا پاک انداز بیان ہرگز پسند نہیں نہ ہرگز کسی شریف آدمی کو پسند ہوگا لیکن مدعیان تہذیب جدید کے اس مصلح اعظم کہلانے والے پیر نیچر سے یہ شتہ

شائستہ انتہائی مہذبانہ شریفانہ انداز گفتگو سیکھ کر اگر کوئی شخص یوں لیکچر دیتا پھرے کہ یہ سمجھنا کہ پیر نیچر کے والد بزرگوار نے ان کی مادر مہربان کے ساتھ معاملات مجامعت کیے ہوں گے کبھی ان کے گلے میں ہاتھ ڈال کر پڑ گئے ہوں گے کبھی ان کی ران پر سر دھرا ہوگا کبھی انکو چھاتی سے لپٹایا ہوگا کبھی ان کے لب جان بخش کا بوسہ لیا ہوگا کبھی اپنے مکان کے کسی کونے میں ان کے ساتھ کچھ کرنے لگے ہوں گے اور کبھی کسی کونے میں کچھ کرنے لگے ہوں گے۔ ایسا بیہودہ پن کیا ہوگا جس پر تعجب ہوتا ہے اگر پیر نیچر کے والد بزرگوار اور ان کی مادر مہربان کے درمیان یہی معاملات ہوتے ہوں گے تو بے مبالغہ بازاری عورتوں اور ان کے آشناؤں کے حالات ان سے ہزار درجے بہتر ہیں تو نیچر پرست مدعیان تہذیب جدید پہلے تو یہ بتائیں کہ ایسا کہنے والے نے ان کے عظیم مصلح پیر نیچر اور ان کے والدین کی شان میں سخت توہین کی یا نہیں۔ اگر ہاں تو براہ انصاف یہ بھی فرمائیں کہ خود پیر نیچر نے جو اللہ عزوجل کی عظیم و جلیل نعمائے جنت کا بعینہ اسی انداز گفتگو میں مذاق اڑایا اس نے بھی ان ربانی نعمتوں کی شدید و بدترین توہین کی یا نہیں۔ اس کے بعد براہ مہربانی یہ بھی ارشاد فرمائیں کہ اس شخص کے اس انداز بیان سے کیا پیر نیچر کے والد بزرگوار اور ان کی والدہ مشفقہ کے درمیان جو تعلقات زوجیت قائم تھے ان کا کافی الواقعہ ابطال ہو جائے گا؟ اور کیا اس شخص کی اس طرز گفتگو سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ پیر نیچر بغیر باپ کا بیٹا تھا؟ اور اگر نہیں تو خود پیر نیچر کے اس انداز کلام سے جنت کا اور جنت کی عظیم و جلیل الہی نعمتوں کا ابطال کیونکر ہو سکتا ہے لیکن بات یہی ہے کہ فَاتَّهَمَّا لَا تَعْبَى الْاَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْبَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ۔ وَالْعِيَادُ بِاللّٰهِ تَعَالٰی الرَّحِيمِ الْغَفُورُ

اب چند آیات قرآنیہ و فرامین ربانیہ کی تلاوت ہو جن سے پیر نیچر کے مکذب قرآن و منکر ضروریات ایمان ہونے کی جلیل و روشن ترین وضاحت ہو۔ فاقول و باللہ العون والتوفیق۔

۱۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُبَوِّئَنَّهُم مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا
تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نِعَمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ
الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ (سورۃ اہل آیت ۱۵-۱۶)

اور بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ضرور ہم انہیں جنت کے
بالا خانوں پر جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ہمیشہ ان میں
رہیں گے کیا ہی اچھا اجر کام والوں کا وہ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب ہی
پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ (ترجمہ رضویہ)

۲- اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

إِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْأَلِيمِ ۝ وَمَا تَجْزُونَ إِلَّا مَا كُنتُمْ
تَعْمَلُونَ ۝ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ۝ أُولَٰئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ
فَوَآكِهٌ وَهُمْ مُكْرَمُونَ ۝ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۝ عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ۝
يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَأْسٍ مِّنْ مَّوْجِينَ ۝ بَيضَاءُ لَّدُنْكَ لِلشَّرَبِ ۝ لَا فِيهَا
عَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُونَ ۝ وَعِنْدَهُمْ طَعَامٌ ظُفُرٍ عَيْنٍ ۝
كَأَنَّهُمْ يَبِضُّونَ ۝

(سورۃ الصافات آیت ۲۸-۳۹)

بیشک تمہیں ضرور دکھ کی مار چکھیں ہے تو تمہیں بدلہ نہ ملے گا مگر اپنے کیے کا مگر
جو اللہ کے چنے ہوئے بندے ہیں ان کے لئے وہ روزی ہے جو ہمارے علم
میں ہے میوے اور ان کی عزت ہوگی جہن کے باغوں میں۔ تختوں پر ہوں
گے آٹنے سامنے۔ ان پر دور ہوگا نگاہ کے سامنے بہتی شراب کے جام کا۔
سفید رنگ پینے والوں کے لئے لذت نہ اس میں خار ہے نہ اس سے ان کا
سر پھرے اور ان کے پاس ہیں جو شوہروں کے سوا دوسری طرف آنکھ اٹھا کر
نہ دیکھیں گی۔ بڑی بڑی آنکھوں والی گویا انڈے ہیں پوشیدہ رکھے

ہوئے۔ (ترجمہ رضویہ)

۳- اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ فرماتا ہے:

هَٰذَا نُجِزُكَ ۝ وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَّآبٍ ۝ جَنَّاتٍ عَدْنٍ مُّقْتَدَعَةٍ
لَّهُمُ الْآبَوابُ ۝ مُتَّكِئِينَ فِيهَا يَدْعُونَ فِيهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ وَ
شَرَابٍ ۝ وَعِنْدَهُمْ طَعَامٌ ظُفُرٍ آثَرَابٍ ۝ هَٰذَا مَا تَدْعُونَ
لِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝ إِنَّ هَٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهُ مِن نَّفَادٍ ۝

(سورۃ ص آیت ۵۳-۵۴)

یہ نصیحت ہے اور بے شک پرہیزگاروں کا ٹھکانہ بھلا۔ بسنے کے باغ ان
کے لیے سب دروازے کھلے ہوئے اس میں تکیہ لگائے۔ ان میں بہت سے
میوے اور شراب مالتے ہیں اور ان کے پاس وہ پیپیاں ہیں کہ اپنے شوہر
کے سوا اور کی طرف آنکھ نہیں اٹھاتیں ایک عمر کی یہ ہے جس کا شہسب وعدہ دیا
جاتا ہے حساب کے دن بے شک یہ ہمارا رزق ہے کبھی ختم نہ ہوگا۔

(ترجمہ رضویہ)

۴- اور اللہ تعالیٰ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ۝ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۝ يَلْبَسُونَ مِن
سُنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُّتَقَابِلِينَ ۝ كَذَٰلِكَ ۝ وَزَوْجُهُمْ فِي حُورٍ
عِينٍ ۝ يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمِنِينَ ۝ لَا يَذُقُونَ فِيهَا
الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ ۝ وَفَهُمْ عَذَابُ الْجَحِيمِ ۝ فَضْلًا مِّن
رَّبِّكَ ۝ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ (سورۃ النور آیت ۵۷-۵۸)

بے شک ڈر والے امان کی جگہ ہیں۔ باغوں اور چشموں میں پہنیں گے
کریب اور قنادیز آٹنے سامنے۔ یو ہیں ہے اور ہم نے ان کو بیاہ دیا نہایت
سیاہ روشن بڑی آنکھوں والیوں سے۔ اس میں قسم کا میوہ مانگیں گے اس و

امان سے۔ اس میں پہلی موت کے سوا پھر موت نہ چھکیں گے اور اللہ عزوجل نے انہیں آگ کے عذاب سے بچالیا۔ تمہارے رب کے فضل سے یہی بڑی کامیابی ہے۔ (ترجمہ رضویہ)

۵- اور اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَعِيمٍ ۖ فَيَكْهِنُونَ بِمَا أَلْهَمَهُمُ رَبُّهُمْ ۖ وَوَقَّعَهُمُ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۖ كُنُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۖ مُتَكَبِّرِينَ عَلَىٰ سُرُرٍ مَّصْفُوفَةٍ ۖ وَزَوَّجْنَاهُم بِحُورٍ عِينٍ ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ ۖ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ۖ وَامْدُدْ لَهُمْ فِيهَا نَكَبًا وَلَحْمٌ مَبْشُورٌ ۖ يَتَنَزَّلُونَ فِيهَا كَأَنَّهُمْ لَا لَغْوَ فِيهَا وَلَا تَأْنِيَةٌ ۖ وَ يَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَكْنُونٌ ۖ (سورۃ النور آیت ۷۷-۷۸)

بے شک پرہیزگار باغوں اور چین میں ہیں۔ اپنے رب کی دین پر شاد شاد اور انہیں ان کے رب نے آگ کے عذاب سے بچالیا۔ کھاؤ اور پیو خوشگواری سے صلا اپنے اعمال کا۔ نختوں پر نکیہ لگائے جو قطار لگا کر بچے ہیں اور ہم نے انہیں بیاہ دیا بڑی آنکھوں والی حوروں سے اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی بیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی اور ان کے عمل میں انہیں کچھ کی نہ دی اور سب آدمی اپنے کئے میں گرفتار ہیں اور ہم نے ان کی مدد فرمائی میوے اور گوشت سے جو چاہیں۔ ایک دوسرے سے لیتے ہیں وہ جام جس میں نہ بیہودگی ہے نہ گنہ گاری۔ اور ان کے خدمتگار لڑکے ان کے گرد پھریں گے گویا وہ موتی ہیں کہ چھپا کر رکھے گئے۔ (ترجمہ رضویہ)

۶- اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَجُودَ يَوْمَئِذٍ نَاعِمَةٌ ۖ لَسَعْيُهَا رَاضِيَةٌ ۖ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۖ لَا تَسْعَىٰ فِيهَا لَاحِقَةٌ ۖ فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۖ فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ ۖ وَ أَكْوَابٌ مَوْضُوعَةٌ ۖ وَ نَبَارِقُ مَصْفُوفَةٌ ۖ وَ زَوَّجْنَاهُم بِمُتَوَلَاتٍ ۖ

(سورۃ العنکبوت آیت ۱۶۸)

کتنے ہی منہ اس دن چین میں ہیں اپنی کوشش پر راضی بلند باغ میں کہ اس میں کوئی بیہودہ بات نہ شل گے۔ اس میں رواں چشمہ ہے اس میں بلند تخت ہیں اور چنے ہوئے کوزے اور برابر بچے ہوئے قالین اور پھلی ہوئی چاند نیاں (ترجمہ رضویہ)

۷- اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۖ عَلَى الْأَرَائِفِ يَقْظُونَ ۖ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ لَضَرَةَ النَّعِيمِ ۖ يُسْقَوْنَ مِنْ رَحِيْقٍ مَخْتُومٍ ۖ خُتْمُهُ مِسْكَ ط ۖ وَ فِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ۖ وَ مِزَاجُهُ مِنَ التَّيْمِمِ ۖ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ۖ (سورۃ المطففين آیت ۲۳-۲۴)

بے شک نیکوکار ضرور چین ہی میں نختوں پر دیکھتے ہیں تو ان کے چہروں میں چین کی تازگی پچھانے سہری شراب پلائے جائیں گے جو مہر کی ہوئی ہوگی۔ اس کی مہر مشک پر ہے اور اسی پر چاہیے کہ لپٹائیں لپٹانے والے اور اس کی ملوثی تسیم ہے وہ چشمہ جس سے مقرران بارگاہ پیتے ہیں۔ (ترجمہ رضویہ)

۸- اور اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يُحَنُّونَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِدَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا ۖ وَلَيَسَّهْنَهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ۖ وَهَدُّوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۖ وَهَدُّوا

إِلَىٰ صِرَاطٍ الْخَوِيدِ (سورة الحج آیت ۲۳-۲۴)

بے شک اللہ داخل کرے گا انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ہشتوں میں جن کے نیچے نہریں ہیں۔ ان میں پہنائے جائیں گے سونے کے کنگن اور موتی اور ان کی پوشاک وہاں ریشم ہے اور انہیں پاکیزہ بات کی ہدایت کی گئی ہے اور خوبوں کی راہ بتائی گئی ہے۔ (ترجمہ رضویہ)

۹- اور اللہ عز وجل ارشاد فرماتا ہے:

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَا أَنْهَارٌ مِّنْ مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرَ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذِي لَا يَلْشُرِينَ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى وَلَهُمْ فِيهَا مِن كُلِ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ (سورة محمد آیت ۱۵)

احوال اس جنت کا جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے ہے۔ اس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جو کبھی نہ بگڑے اور ایسے دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ نہ بدلا اور ایسی شراب کی نہریں ہیں جس کے پینے میں لذت ہے اور ایسے شہد کی نہریں ہیں جو صاف کیا گیا اور ان کے لئے اس میں ہر قسم کے پھول ہیں اور ان کے رب کی مشفرت۔ (ترجمہ رضویہ)

۱۰- اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

عَلَيْهِمْ ثِيَابٌ سُدُوسٌ خُضَرٌ وَأَسْتَبْرَقٌ وَخُلُوعَا أَسَاوِرٌ مِّنْ فِضَّةٍ وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا (سورة انسان آیت ۲)

ان (نیکوں) کے بدن پر ہیں کرب کریم کے سبز کپڑے اور قد دیز کے اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے گئے اور انہیں ان کے رب نے ستھری شراب پلائی۔ (ترجمہ رضویہ)

اب جنت کی انہیں نعمتوں کا شمار کیجئے جن کی اجمالی تفصیل انہیں آیات کریمہ میں

بیان کی گئی ہے جنتیوں کو اونچے اونچے سرسبز و شاداب باغ دیئے جائیں گے ان میں ہر قسم کے میوے اور پھل ہوں گے ان باغوں میں ان کے رہنے کے لئے بالا خانے اور محل ہوں گے ان باغوں کے سب دروازے ان کے لئے کھلے ہوں گے۔ ان باغوں اور محلوں میں بلند تخت تظار لگائے ہوئے ہجھے ہوں گے ان تختوں پر برابر برابر قالین بچھے ہوں گے۔ ان کے صحنوں میں چاند نیاں بچھی ہوں گی ان باغوں اور محلوں میں کبھی نہ بگڑنے والے پانی اور کبھی نہ بدلنے والے دودھ اور پینے والوں کو لذت دینے والی شراب اور پاک و صاف شہد کی نہریں اور بہنے والے چشمے ہیں وہ ان تختوں پر بٹکیے لگائے آئے سانسے بیٹھے ہوں گے ان پر سونے چاندی کے جاموں کا دور ہوگا جن میں آنکھوں کے سامنے بہتی شراب سفید رنگ کی ہوگی جس میں مطلقاً نشہ نہ ہوگا نہ اس سے ان کا سر پھرے گا وہ ستھری ہوئی ہوگی جس کی نہر مشک پر ہوگی اس کی ملوئی تسنیم ہے۔ تسنیم ایک چشمہ ہے جس سے مقربان بارگاہ نبیین گے ان باغوں اور محلوں میں کوزے پئے ہوئے ہوں گے ان کو جیسے گوشت وہ چاہیں گے ملیں گے ان کو ہر گندگی و آلائش سے پاک اور ستھری بیبیاں بیاہ دی جائیں گی جو بڑی بڑی سیاہ روشن آنکھوں والی ہوں گی اپنے شوہر کے سوا دوسرے کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں گی وہ ایسی لطیف اور خوبصورت ہوں گی جیسے چھپا کر رکھے ہوئے انڈے اور ان سب کی عمریں باہم ایک سی ہوں گی جنت کی شراب میں نہ یہودگی ہوگی نہ کوئی گناہ کی بات جنتیوں کو ریشمی کرب اور قنادیز کے سبز کپڑے اور موتی اور سونے چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے ان کی ایمان والی اولاد کو بھی ان سے ملا دیا جائے گا۔ چین کی تازگی ان کے چہروں سے روشن ہوگی وہ ہمیشہ انہیں باغوں میں اور انہیں محلات میں چین سے رہیں گے ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی یہ عظیم و جلیل نعمتیں کبھی ختم نہ ہوں گی وہ جنت میں کبھی کوئی یہودہ بات نہ سنیں گے ان کی حرمت کے لئے نہایت خوبصورت لڑکے ہوں گے جیسے پوشیدہ رکھے ہوئے آبدار موتی وہ جنت میں حسب کبھی جو لذت جو مزہ جو نعمت چاہیں گے وہی ان کو ان کا رب تبارک و تعالیٰ عطا فرمائے گا۔ ہر سنی

مسلمان ایمان و انصاف کی نگاہوں سے دیکھ رہا ہے کہ سرسید احمد خان نے ان آیات قرآنیہ کو موتھ کھول کر کھلم کھلا جھٹلایا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ رب البرایا۔

سرسید احمد خان نجفری نے جنت اور اس کی نعمتوں کے متعلق کوڑ مغرلا اور شہوت پرست زائد کا جو تحیل گڑھا وہ ہرگز ملایا زائد کا گڑھا ہوا تحیل نہیں بلکہ اللہ عزوجل نے صدہا آیات کریمہ میں اور اس کے پیارے حبیب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہزار ہا احادیث مبارکہ میں اسی مضمون کو بہت تفصیل کے ساتھ صراحت بیان فرمایا ہے۔

اب بے دین نیا چروا اور نجف پرست کفار بتائیں کہ سرسید احمد خان نے کوڑ مغرلا اور شہوت پرست زائد کہہ کر کی خود اللہ و رسول عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت گندی سری ہوئی ناپاک گالیاں نہ دیں۔ مسلمان بھائیو! دیکھو یہ ہے نجف یوں کا مصحح اعظم اور نجف پرستوں کا ریٹارنر جو ملا اور زائد کے پردے میں اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلم کھلا کیسی کھلی ہوئی گالیاں دے رہا ہے۔ آہ۔ آہ۔ آہ۔

اللا لعنة الله على كل من سب الله او اهان حبيب الله وعلى
حبيبتنا ومحبتنا هذا النبي الكريم والذ وصحبه وابنه وحزبه
ادوم السلام واتم الصلوة

فرشتوں کے وجود کا انکار

سرسید اپنی اسی کتاب میں صفحہ ۴۲ پر لکھتا ہے:

”جن فرشتوں کا قرآن میں ذکر ہے ان کا کوئی اصلی وجود نہیں ہو سکتا بلکہ خدا کی بے انتہا قدرتوں کے ظہور کو اور ان قوی کو جو خدا نے اپنی تمام مخلوق میں مختلف قسم کے پیدا کیے ہیں ملک یا ملائکہ کہا ہے جن میں سے ایک شیطان یا ابلیس بھی ہے۔ پہاڑوں کی صلابت پانی کی رقت درختوں کی قوت نمو برق کی قوت جذب و دفع غرضیکہ تمام قوی جن سے مخلوقات موجود ہوئی ہیں اور جو مخلوقات میں ہیں وہی ملک و ملائکہ ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے انسان ایک مجموعہ قوائے ملکوئی اور قوائے بیکئی کا ہے اور ان دونوں قوتوں کی بے انتہا ذریات ہیں جو ہر ایک قسم کی نیکی و بدی میں ظاہر ہوتی ہیں اور وہی انسان کے فرشتے اور ان کی ذریات اور وہی انسان کے شیطان اور اس کی ذریات ہیں۔“

اس عبارت ملعونہ میں سرسید نے کھلم کھلا صاف صاف کہہ دیا کہ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں جن فرشتوں کا بیان فرمایا ہے نہ ان کا کوئی اصلی وجود ہے نہ ان کا موجود ہونا ممکن ہے بلکہ اللہ تعالیٰ و تعالیٰ نے اپنی ہر ہر مخلوق میں جو مختلف قسم کی قوتیں رکھی ہیں جیسے پہاڑوں کی سختی پانی کی روانی درختوں کا بڑھنا بجلی کا کسی چیز کو کھینچنا یا پھینکنا وغیرہ بس انہی قوتوں کا نام فرشتہ ہے۔ انسان میں جو نیکی کر نیکی قوتیں ہیں بس وہی اس کے

فرشتے ہیں اور آدمی کے اندر جو بدی کرنے کی قوتیں ہیں بس وہی آدمی کے شیاطین ہیں۔ اس مفہوم کے سوا کہ کسی فرشتے کا کوئی وجود ہے نہ ابلیس کا نہ کسی شیطان کا۔ جو شخص کفریات کثیرہ قطعیہ کے ارتکاب کرنے کے سبب خود ہی مجسم شیطان ہو اس سے اس کی کیا شکایت کہ وہ شیطیت اور ابلیسیت کے ساتھ اپنی شدت رقابت کے سبب اپنی ذات سے علیحدہ نہ ابلیس کا وجود پسند کرے نہ اور کسی شیطان کا مگر ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مستقل وجود خارجی ہونا یونہی شیاطین و ابلیس کا مستقل وجود خارجی کے ساتھ موجود ہونا ضروریات دین میں سے ہے۔ قرآن پاک کی صد ہا آیات مبارکہ میں اس کی تصریح اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہزار ہا احادیث مقدسہ میں اس کی توضیح موجود مگر سرسید نے اپنی اسی کتاب ”تفسیر القرآن“ کے صفحہ ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵ پر اپنے اس کفر ملعون میں بعض حضرات اولیائے مکاشفین کو بھی سناٹا چاہا ہے چنانچہ لکھتا ہے:

”بعض اکابر اہل اسلام کا بھی یہی مذہب ہے جو میں کہتا ہوں اور امام محمد بن الدین ابن عربی نے فصوص الحکم میں یہی مسلک اختیار کیا ہے۔ شیخ عارف باللہ مؤید الدین المعروف بالجدی نے جو مریدان خاص شیخ صدر الدین قنوی مرید امام محمد بن الدین ابن عربی سے ہیں۔ شرح فصوص الحکم میں فرشتوں کی نسبت بڑی بحث لکھی ہے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ اپنی اصطلاح میں تمام عالم کو مجموع من حیث المجموع انسان کبیر کہتے ہیں اور انسان کو انسان صغیر مقصود ان کا اس اصطلاح سے یہ ہے کہ انسان عالم کی ایک فروہ ہے اور جس قدر قوی انسان میں ہیں وہ جزئیات ہیں اور جو اس کے کلیات ہیں وہ انسان کبیر ہے اور فرماتے ہیں کہ اس عالم یعنی انسان کبیر کے جو قوی ہیں انہیں میں سے بعض کا نام ملائکہ ہے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ قوی جن کو ملائکہ کہتے ہیں۔ انسان کبیر یعنی عالم کے لئے ایسے ہیں جیسے انسان کے لئے قوی ہیں۔ شارح کہتے ہیں کہ دیکھنا اور سننا اور سو گھنا اور چکھنا اور چھونا جو انسان میں ہے وہ سب انہیں قوائے ملکوتیہ حیہ کے ماتحت ہیں اور قوت متخیلہ اور محکفہ اور حافظہ اور ذاکرہ اور عاقلہ اور ناطقہ انہیں قوائے ملکوتیہ روحانیہ

کے تابع ہیں اور جاذبہ ماسکہ اور باضمہ اور غازیہ اور منیہ اور مرہیہ اور مصورہ انہیں قوائے ملکوتیہ طبعیہ میں داخل ہیں اور علم اور علم اور وقار اور سمجھا اور شجاعت اور عدالت اور سیاست اور ریاست انہیں قوائے ملکوتیہ حیوانیہ میں شامل ہیں اور یہ تمام قوی آسمان و زمین اور ان کی فضا میں پھیلے ہوئے ہیں پس شیخ اور ان کے تابع بھی ملائکہ کا اطلاق صرف قوائے عالم پر کرتے ہیں ہمارے استنباط.....

اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے استنباط میں صرف اتنا فرق ہے کہ شیخ کے نزدیک تمام قوی جو اجسام مرئیہ اور غیر مرئیہ اور اشیائے محسوسہ و غیر محسوسہ میں ہیں وہ جزئیات ہیں اور جو ان کے کلیات ہیں وہ ملائکہ ہیں اور یہ جزئیات ان کی ذریعہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مکاشفہ سے ان جزئیات کے کلیات کو جانا ہو گا مگر جو کہ ہم کو وہ مکاشفہ حاصل نہیں ہے اس لیے ہم انہیں قوی کو جن کو شیخ اور ان کے تابع ذریعہ ملائکہ قرار دیتے ہیں۔ ملائکہ کہتے ہیں مطلب ایک ہے صرف لفظوں یا جاننے نجانے کا پھیر ہے۔ شیطان کی نسبت تو قیصری نے شرح فصوص میں نہایت صاف صاف وہی بات لکھی ہے جو ہم نے کہی ہے۔“

اور صفحہ ۳۷ پر ہے:

”قرآن مجید سے فرشتوں کا ایسا وجود جیسا کہ مسلمانوں نے اعتقاد کر رکھا ہے ثابت نہیں ہوتا بلکہ برخلاف اس کے پایا جاتا ہے خدا فرماتا ہے: وَقَالُوا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَیْهِ مَلَكٌ ؕ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّفُضِیَ الْاَمْرُ لَہُمْ لَا یَنْظُرُوْنَ ۝ وَلَوْ جَعَلْنٰہُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰہُ رَجُلًا وَلَلَبَسْنَا عَلَیْہُمْ مَا یَلْبَسُوْنَ ۝ اس آیت سے پایا جاتا ہے کہ فرشتے نہ کوئی جسم رکھتے ہیں اور نہ دکھائی دے سکتے ہیں ان کا ظہور بلا شمول مخلوق موجود کے نہیں ہو سکتا۔ لَجَعَلْنٰہُ رَجُلًا قید احترازی نہیں ہے اس جگہ انسان بحث میں تھا اس لیے لَجَعَلْنٰہُ رَجُلًا فرمایا ورنہ اس سے مراد عام موجودہ مخلوق ہے۔“

سر سید نے اپنے کفری مدعا پر دو آیتیں پیش کی ہیں ان کا ترجمہ یہ ہے یعنی اور (کفار) بولے ان پر کوئی فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا اور اگر ہم فرشتہ اتارتے تو کام تمام ہو گیا ہوتا اور پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی اور اگر ہم نبی کو فرشتہ کرتے جب بھی اسے مردہ بناتے اور ان (کافروں) پر وہی شبہ رکھتے جس میں اب پڑے ہیں (ترجمہ رضویہ)

ان دونوں آیتوں کا منطوق یہ ہے کہ کفار و مشرکین کو جب حضور اقدس سرور عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی تو انہوں نے تعظیفاً و عناداً یوں کہا کہ اگر ان کے ساتھ آسمان سے ایک فرشتہ بھی نازل ہوتا اور وہ ہمارے سامنے ان کی نبوت و رسالت کی تصدیق کرتا تو ہم ضرور ایمان لے آتے اس پر اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر ہم فرشتہ اتارتے اور پھر بھی یہ کفار و مشرکین ایمان نہ لاتے تو کام تمام ہو گیا ہوتا اور ان کافروں، مشرکوں پر عذاب واجب ہو جاتا اور یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی سنت عظیمہ ہے کہ جب کفار کوئی خارق عادت نشان طلب کریں اور اس کے مل جانے کے بعد پھر بھی ایمان نہ لائیں تو عذاب واجب ہو جاتا ہے اور وہ کفار و مشرکین ہلاک کر دیئے جاتے ہیں تو فرشتہ نازل ہونے کے بعد بھی جب یہ ایمان نہ لاتے تو پھر انہیں ایک لمحے کی بھی مہلت نہ دی جاتی اور عذاب مؤخر نہ کیا جاتا تو فرشتے کا اتارنا جس کو یہ طلب کرتے ہیں انہیں کیا نافع ہوتا اور آجکل کے وہابیہ و یونہیہ و چکرا الوہیہ کی طرح اس وقت کے کفار و مشرکین بھی حضور اقدس تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کرتے تھے کہ یہ تو ہماری طرح بشر ہیں۔

اور اپنے اسی ملعون خطبہ کے سبب وہ ایمان سے محروم رہتے تھے ان کو اللہ واحد قہار جل جلالہ جواب دیتا ہے اور انسانوں میں سے نبی و رسول مبعوث فرمانے کی حکمت انہیں بتاتا ہے کہ ان کے منتفع ہونے اور نبی کی تبلیغ و تعلیم سے فیض اٹھانے کی یہی صورت ہے

کہ نبی صورت بشری میں جلوہ گر ہو کیونکہ فرشتہ کو اس کی اصلی صورت میں دیکھنے کی تو یہ لوگ تاب نہ لا سکتے تھے۔ دیکھتے ہی سب کے سب بے ہوش ہو جاتے یا مر جاتے اس لیے اگر بالفرض کسی فرشتے ہی کو نبی یا رسول بنا کر ان کی تبلیغ و ہدایت کے لئے بھیجا جاتا جب بھی اسے مردہ بنایا جاتا اور اس فرشتے کو بھی صورت انسانی ہی میں بھیجا جاتا کہ یہ لوگ اسے دیکھ سکیں اس کا کلام سن سکیں اس سے دین کے احکام معلوم کر سکیں۔

لیکن اگر فرشتہ صورت بشری میں آتا تو ان کفار و مشرکین پر وہی شبہ رہتا جس میں اب پڑے ہیں اور اس وقت بھی ان کو وہی کہنے کا موقع رہتا کہ یہ تو بشر ہے تو فرشتے کو ان کفار و مشرکین کی طرف نبی یا رسول بنا کر مبعوث فرمانے کا ان کو کیا فائدہ ہوتا۔

مسلمانو! بیگاہ انصاف ملاحظہ ہو کہ سر سید احمد خاں نے ان دونوں آیتوں کا جو یہ کفری مطلب گڑھ دیا کہ فرشتہ نہ کوئی جسم رکھتے ہیں نہ دکھائی دے سکتے ہیں نہ وہ بشر کسی دوسری مخلوق کے اندر شامل ہونے کے ظاہر ہو سکتے ہیں۔ قرآن پاک پر کیسا افتراء بعید اور آیت قرآنیہ کی کیسی تحریف شدید ہے۔ افسوس کیسی کیسی ہے ایمانیوں سے سنی مسلمانوں کو بے دین بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ثانیاً

اسی طرح حضرت سید امام محمد بن الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ صاحب فصوص الحکم اور حضرت شیخ مؤید الدین ابن محمود جندی رضی اللہ عنہ فصوص الحکم تو علم تصوف کا ایک مستند بیان فرما رہے ہیں ان کے ارشادات کا مطلب تو صرف اسی قدر ہے کہ عالم انسان کبیر ہے اور خود انسان انسان صغیر ہے۔ انسان کبیر یعنی عالم کے اندر جس قدر مخلوقات اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہیں ان سب کے نمونے اللہ تبارک و تعالیٰ نے خود انسان کے اندر پیدا فرما دیئے ہیں مثلاً عالم کے اندر ساکنہ مذہبات الامر ہیں جو بحکم الہی عالم کے کاروبار کے انتظامات کرتے ہیں۔ انسان کے اندر ملائکہ کے نمونے انسان کے حواس اور اس کی قوتیں ہیں جن کے ذریعے سے انسان دیکھتا، سنتا، سوچتا، جھکتا، چھوٹا، بولتا، خیال کرتا،

”رہتا، سمجھتا، یاد کرتا، یاد رکھتا ہے اور اسی طرح انسان کے اندر جو اوز تو ہیں مثلاً جاؤ، ماسک، ہاضمہ، غازیہ، منہ، مریہ، مصورہ اور علم و علم و وقار و بربادی و بہادری و انصاف شعاری و حکومت و انتظام سلطنت وغیرہ کے جن قدر ملکات اور قوتیں ہیں وہ سب بھی انہیں ملائکہ عظیم السلام کے تابع ہیں اور ملائکہ عظیم السلام سب کے سب حکم الہی کے تابع ہیں۔ فان الحکمہ الا للہ ولا حاکم سواہ۔“

کہاں تو یہ ایمان افروز روح پرور بیان اور کہاں سرسید کا کفری شیطانی ہڈیاں کے عالم میں فرشتوں کا کوئی وجود ہی نہیں بلکہ علم کی مخلوقات کے اندر جو مختلف صفتیں اور قوتیں ہیں جیسے پہاڑوں کی سختی، پانی کی روانی، درختوں کا بڑھنا بجلی کا کسی چیز کو کھینچنا یا پھینکنا، انسان کا دیکھنا، سننا، چھینکنا، سونگھنا، چھونا، بولنا وغیرہ وغیرہ۔ بس انہی اوصاف اور قوتیں ہی کا نام ملائکہ ہے۔ پھر بھی یہ کہنا کہ بعض اکابر اہل اسلام کا بھی یہ مذہب ہے جو میں کہتا ہوں کیسی کذابی و بے حیائی ہے۔

اکابر اہل اسلام رضی اللہ عنہم تو اللہ تعالیٰ کے ملائکہ عظیم السلام پر ایمان رکھتے ہیں اور مخلوقات عالم کے اندر جو مختلف جسم کی قوتیں اور طبعی صفتیں ہیں ان کو ملائکہ عظیم السلام کا تابع مانتے ہیں اور سرسید خود انہی قوتوں اور صفتوں ہی کو فرشتے کہتا ہے اور اس کے سوا فرشتوں کا کوئی اور وجود ہی نہیں مانتا ہے پھر بھی کفر و اسلام دونوں کو ایک ہی ٹھہراتا، وہ صریح جھوٹ ہے جو اگر چند نیچریوں کے مصحح اعظم کی شان رفیعہ رمری کا مقتضی ہو لیکن مسلمان ایسی کذب بیانیوں سے اپنے رب تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

ثالثاً

ابن امور کا ادنیٰ زبان سے اقرار کرتے ہوئے بھی حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کے ایمانی عقیدے پر مذاق اڑاتا، تہقیر لگاتا ہے۔ کہتا ہے کہ انہوں نے اپنے مکاشفے سے فرشتوں کو دیکھ لیا ہوگا۔ اس لیے وہ فرشتوں کے وجود پر ایمان رکھتے ہیں اور ہم کو مکاشفہ حاصل نہیں اس لیے ہم فرشتوں کے وجود ہی سے منکر ہیں اور انہی قوتوں اور طبعی صفتوں کو

ملائکہ کہتے ہیں۔ بے شک اکابر اولیائے عظام رضی اللہ عنہم اپنے نبی حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد و اعانت سے امور غیبیہ کا مشاہدہ فرماتے ہیں لیکن غیب پر ایمان لانے کے لئے یہ کب ضروری ہے کہ ایمان لانے والے مکاشفہ سے غیب کا پہلے مشاہدہ کر لیا کریں پھر اس کے بعد ایمان لائیں اور جس غیب کا حال اس کو مکاشفہ سے معلوم نہ ہو اس پر ایمان ہی نہ لائیں والعیاذ باللہ تعالیٰ عزوجل۔

رابعاً

ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ جن غیب کی خبریں اللہ جل جلالہ قرآن عظیم میں دیں اور جس قدر غیب اس کے پیارے محبوب مشاہد الغیب و مطلع علی الغیوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نام لینے والوں کو بتایا اور سب پر ایمان لانا مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے۔ مرتد اکفر سرسید کہتا ہے کہ جس غیب کا حال مکاشفے سے معلوم نہ ہو اس پر ایمان ہی نہ لائے یعنی جس شخص کو مکاشفے حاصل نہ ہوں وہ کسی غیب پر ایمان ہی نہ لائے یہ وہ کفر یقینی و اترد و قطعی ہے جس کے قائل کا مرتد و کافر ہونا ہر مسلمان کے نزدیک بدیہی ایمانی و ضروری ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ عزوجل۔

خامساً

ہر مسلمان بے نگاہ انصاف و ایمان دیکھ رہا ہے کہ فرمان شیخ اکبر اور ہڈیاں سرسید میں کفر، ایمان کا فرق ہے۔ پھر بھی سرسید کا دونوں میں صرف لفظوں یا جاننے نہ جاننے کا فرق بتانا اگرچہ سرسید کی ریفاہ مریت کا مقتضی ہو لیکن اہل ایمان ایسی دروغ باتوں سے اپنے رب عزوجل کی پناہ لیتے ہیں۔

سادساً

شرح فصوص الحکم سے علامہ قیسری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت سرسید نے نقل کی

ہے۔

قیل ابلیس هو القوة الوهية التي في العالم الكبير والقوى الوهية التي في الاشخاص الانسانية والحيوانية افرادها المعارضة مع العقل الهادي الى طريق الحق وفيه نظر لان النفس المنطبعة هي الامارة بالسوء والوهم من سدنتها وتحت حكمها لانها من قواها فهي اولى بذلك كما قال تعالى ونعلم ما توسوس له نفسه وقال ان النفس لامارة بالسوء وقال صلى الله تعالى عليه وآله وسلم اعدى عدوك نفسك التي بين جنبيك وقال صلى الله عليه وآله وسلم الشيطان يجري من بني آدم مجرى الدم وهذا شأن النفس۔ یعنی کہا گیا ہے کہ ابلیس تو وہ قوت وہمیہ کلیہ ہے جو عالم کبیر میں ہے اور انسانوں اور جانوروں میں جو تو اے وہمیہ ہیں یہ اسی قوت وہمیہ کلیہ کے افراد اور ابلیس کے نمونے ہیں کیونکہ وہم ہی حق راستے کی طرف عقل کا مقابلہ کرتا ہے اور اس پر اعتراض ہے اس لیے کہ انسان کا شس جس میں چیزوں کی صورتیں چھتیں ہیں۔ وہی برائی کا بڑا حکم کر نیوالا ہے اور وہم تو نفس کے خدمتگاروں میں سے ہے اور اس کے ماتحت ہے اس لیے کہ نفس کی قوتوں میں سے وہم بھی ایک قوت ہے تو خود نفس ہی اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اسی کو ابلیس کا نمونہ کہا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَتَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ۔ یعنی اور ہم جانتے ہیں جو وسوسہ آشدی کا نفس ڈالتا ہے اور فرماتا ہے إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ۔ یعنی بے شک نفس تو برائی کا حکم دینے والا ہے اور حدیث مبارکہ میں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے دونوں پہلوؤں کے بیچ میں ہے۔

اور دوسری حدیث میں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شیطان انسانوں کے ان مقامات میں چلتا پھرتا ہے جن میں خون چلتا ہے اور انسان کے اندر جس چیز کی یہ شان ہے وہ نفس ہے وہم کی یہ شان نہیں ہے۔

انسان کے اندر خود اس کا نفس ہی ابلیس کا نمونہ ہے۔ انسان کی قوت وہمیہ کو

شیطان کا نمونہ کہنا ٹھیک نہیں مگر سرسید نے علامہ قیسری رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت کا یہ مطلب گڑھ دیا کہ شیطان اور ابلیس کا کوئی وجود ہی نہیں بلکہ خود انسان کا جو نفس امارہ ہے بس اسی کا نام ابلیس و شیطان ہے۔ خبیثا کفریات ملعونہ تو خود گڑھیں اور مسلمانوں کو دھوکے دینے کے لئے ان کی نسبت خبیثہ اکابر اہل اسلام رضی اللہ عنہ پر تھوپیں۔ ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

سابعاً

علامہ قیسری رحمۃ اللہ علیہ تو ابلیس و شیاطین کے وجود کو مانتے ہوئے انسان کے نفس امارہ کو شیطان کا نمونہ بتاتے ہیں اور سرسید خود اسی نفس امارہ کو شیطان ٹھہراتا ہے اور اس کے علاوہ ابلیس و شیاطین کے کسی اور قسم کے وجود کو مطلقاً غلط و باطل بتاتا ہے تو ان دونوں میں وہی فرق ہے جو ایمان و کفر میں ہے۔

جنات اور شیطان کے وجود کا انکار

سر سید اپنی تفسیر میں لکھتا ہے:

”تمام محققین اس بات کے قائل ہیں کہ یہی قوی جو انسان میں ہیں اور جن کو نفس امارہ یا قوی بیہیہ سے تعبیر کرتے ہیں یہی شیطان ہے۔

(تفسیر القرآن صفحہ ۳۵)

قارئین! کیسی زبردست شوخ چٹھی ہے۔ ایسی ڈھٹائی اگرچہ سر سید کی ریاضہ مری کے لوازم سے ہو لیکن مسلمان ایسی بے شرمیوں سے اپنے رب کریم جل جلالہ کے دامن حفظ و وقایت میں پناہ لیتے ہیں۔ بہر حال صد ہا احادیث مبارکہ و قرآن کریم کی آیات مبارکہ سے میر ہن اور ضروریات دینیہ سے روشن ہے کہ ابلیس و شیاطین کو بھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے جداگانہ ایک مستقل ناری وجود بخشا ہے اسی طرح ملائکہ کو بھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک جداگانہ نوری وجود عطا فرمایا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ بِاللَّهُ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ

(سورۃ البقرہ آیت ۲۸۵)

یعنی رسول ایمان لایا اس پر جو اس کے رب کے پاس سے اس پر اترا اور

ایمان والے سب نے مانا اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو یہ کہتے ہوئے کہ اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں ہم فرق نہیں کرتے اور عرض کی ہم نے سنا اور مانا تیری معافی ہو اے رب ہمارے اور تیری ہی طرف پھرنا ہے۔ (ترجمہ رضویہ)

اور اللہ عز و جل فرماتا ہے:

وَلَنَرَى الْمَلَائِكَةَ حَاقِقِينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ (سورۃ الزمر آیت ۷۵)

یعنی اور تم فرشتوں کو دیکھو گے عرش کے آس پاس حلقہ کیے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے ہیں۔ (ترجمہ رضویہ)

اسی طرح قرآن مجید کی صد ہا آیات کریمہ ہیں جن میں ابلیس و شیاطین کے ایک جداگانہ مستقل مخلوق ناری ہونے کا بیان ہے مثلاً اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ قَالَ أَ اسْجُدْ بَيْنَ خَلْقَتَيْنِ طِينًا قَالَ أَرَأَيْتَكَ هَذَا الَّذِي كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَنْ أَرْضِيَكَ إِلَيَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُ إِلَّا قَلِيلًا قَالَ أَذْهَبَ فَبَيْنَ تَبَعَكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ جَهَنَّمَ جَزَاءُكُمْ جَزَاءً مَوْفُورًا وَاسْتَغْفِرْ مَنْ اسْتَغْفَرَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَوَلِكِ وَرَجُلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا إِنَّ عِبَادِي لَشَرٌّ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ وَكَفَى بِرَبِّكَ وَكِيلًا (سورۃ الاسراء آیت ۶۱-۶۵)

یعنی اور یا کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ان سب نے سجدہ کیا سوا ابلیس کے بولا کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے بنایا۔ بولا دیکھ لو جو یہ تو نے مجھ سے معزز رکھا اگر تو نے مجھے قیامت تک

مہلت دی تو ضرور میں اس کی اولاد کو بیس ڈالوں گا مگر تھوڑا۔ فرمایا: دور ہو تو ان میں جو تیری پیروی کرے گا تو بے شک تم سب کا بدلہ جہنم ہے پھر پور سزا اور ڈکاوے انہیں سے جس پر قدرت پائے اپنی آواز سے اور ان پر لام باندھ اپنے سواروں اور پیادوں کا اور ان کا سا جھی ہو مالوں اور بچوں میں اور انہیں وعدے دے اور شیطان انہیں وعدہ نہیں دیتا مگر فریب سنے۔ بے شک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں اور تیرا رب کافی ہے کام بنانے کو (ترجمہ رضویہ)

ان آیات مبارکہ سے آفتاب نصف النہار سے بڑھ کر واضح دلالت ہے کہ ملائکہ علیہم السلام اور انہیں شیاطین کے جیسے وجود اور ان کی جو کیفیات ان کے جو احوال و افعال قرآن عظیم نے بیان فرمائے جن پر صدر اسلام سے اب تک (سر سید تک) سڑھے تیرہ سو برس کے کافہ مسلمین و مومنین دوسرے ضروریات دین کی طرح ایمان رکھتے چلے آئے۔ سر سید ان سب کا یقیناً منکر اور ان سے قطعاً کافر ہے۔

یہ واقع اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا غلیفہ پیدا فرمانے والا ہوں۔ فرشتوں نے عرض کی کہ کیا تو ایسے کو زمین میں پیدا فرمائے گا جو زمین میں نسا اور خون ریزی کرے گا۔ رب عز و جل نے فرمایا: بے شک میں ان تمام باتوں کو جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ اللہ عز و جل نے سیدنا آدم صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا فرمایا ان کو زمین و آسمان کی سب چیزوں کے نام سکھا دیے پھر فرشتوں سے فرمایا کہ تم ان تمام چیزوں کے نام بتاؤ فرشتوں نے عرض کی تو ہر عیب سے پاک و منزہ ہے ہم کو تو صرف اسی قدر علم ہے جو تو نے ہم کو عطا فرمایا پھر اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم سے حضرت آدم علیہ السلام نے ہر ہر مخلوق کے تمام نام بتا دیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ تم آدم کو سجدہ کرو سب کے سب فرشتے علیہم السلام حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ تعظیمی کرنے کے لئے جھک گئے۔ ہر ایک فرشتے نے بحکم الہی حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ

تعظیمی کیا۔ ابلیس نے انکار کیا اور کہا کہ ان کو تو نے مٹی سے پیدا کیا اور مجھ کو تو نے آگ سے پیدا کیا میں ان سے بہتر ہوں۔ اللہ واحد قہار جل جلالہ نے ابلیس پر قیامت تک کے لئے اپنی لعنت نازل فرمائی۔ ابلیس نے قیامت تک کی مہلت مانگی جو اسے دی گئی۔ اس نے کہا کہ آدم علیہ السلام کی وجہ سے میں ملعون ہوا۔ اب میں ان کی اولاد کو گمراہ کروں گا۔ ان پر اپنی ذریت کے شیاطین کو مسلط کروں گا میرے اغوا و اضلال سے صرف تیرے مخلص بندے محفوظ رہیں گے۔ اللہ عز و جل نے فرمایا: یہ بات ٹھیک ہے میں بھی تجھ سے تیری اولاد سے اور آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے جو تیرا اتباع کریں گے ان سب سے جہنم کو پھر دوں گا۔ قرآن مجید میں آٹھ مقامات پر بیان فرمایا گیا ہے سورہ بقرہ سورہ آل عمران سورہ اعراف سورہ حجر سورہ بنی اسرائیل سورہ کہف سورہ طہ سورہ ص میں کسی جگہ کوئی مضمون بیان ہو رہے ہیں۔ کسی جگہ کوئی مضمون بیان فرمایا گیا ہے کسی جگہ اختصار ہے کسی جگہ تفصیل ہے۔

ان تمام آیات مبارکہ جمع کرنے سے اس واقع کی تمام قرآنی تفصیلات پیش نظر ہو جاتی ہیں اور وہ تمام تفصیلات ضروریات دین میں سے ہیں کہ ہر مسلمان ان پر اسی طرح ایمان رکھتا ہے جس طرح قرآن عظیم نے ان کو بیان فرمایا: سر سید تو ابلیس و شیاطین کے وجود کا بھی منکر ہے۔ فرشتوں کے وجود کا بھی منکر ہے نبوت و رسالت کا بھی منکر ہے۔ اللہ عز و جل کا بھی منکر ہے تو اس واقعے کو کیونکر صحیح کہہ سکتا ہے اور موٹی والے حق گو مولویوں کے جو توں کے ڈر سے یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ معاذ اللہ قرآن عظیم غلط ہے یا قرآن پاک کا ارشاد جھوٹا ہے اس مجبوری کے سبب اپنے کفر ملعون کو یوں چھپاتا ہے اور اپنی تفسیر قرآن میں لکھتا ہے:

تو ریت میں لکھا ہے کہ خدا نے فرشتوں سے کہا کہ آدم و ہم آدمی کو اپنی صورت پر بنائیں۔ یہ مضمون مسلمان مفسروں کے دل میں تھا اور وہ اس کو مثل یہودیوں کے ایسا ہی سمجھ رہے تھے جیسے کہ ایک آدمی سے ایک آدمی بات

کرتا ہے۔ اذ قال ربك اللهم انهم لو لم يمشوا على الارض لكانوا رجلاً و
شیطان کا قصہ بنا لیا ورنہ صرف انسان کی فطرت کا زبان حال سے بیان
ہے۔ (تفسیر القرآن صفحہ ۳۶)

اس عبارت ملعونہ میں سرسید نے صاف صاف کہہ دیا کہ یہ واقعہ محض غلط ہے اور
جھوٹا ہے نہ تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کلام فرمایا نہ فرشتوں نے کچھ عرض کی نہ آدم علیہ
السلام کو ان تمام چیزوں کے نام سکھائے نہ انہوں نے آدم علیہ السلام کو مجبور کیا نہ ابلیس
نے انکار کیا یہ سارا واقعہ مسلمانوں کے علمائے اعلام و مفسرین عظام نے یہودیوں سے
سیکھ کر محض جھوٹ گڑھ لیا ہے۔

یعنی قرآن عظیم کو قطعاً جھٹلا بھی دیا اور سادہ لوح مسلمانوں کو یوں فریب دیا کہ
سرسید تو صرف مسلمان مفسروں کو جھٹلا رہا ہے۔ اَلَا لَعَنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِیْنَ۔ پھر اگر
کوئی مسلمان قرآن پاک کے نصوص قطعیہ تلاوت کر کے بتائے کہ یہ واقعہ تو مسلمان
مفسروں نے ہرگز نہیں گڑھا بلکہ خود اللہ واحد قہار جل جلالہ نے اس واقعہ کی یہ تفصیلات
بیان فرمائی ہیں تو اس کا یہ کفری جواب دیتا ہے کہ اپنی تفسیر قرآن میں لکھتا ہے:

”کہ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ انسان کی فطرت اور اس کے جذبات کو بتلاتا
ہے اور جو تو گئے بھیمہ اس میں ہیں ان کی برائی یا ان کی دشمنی سے اس کو
آگاہ کرتا ہے مگر وہ ایک نہایت دقیق راز تھا جو عام لوگوں کی اور اونٹ
چرانے والوں کی فہم سے بہت دور تھا اس لیے خدا نے انسانی فطرت کی
زبان حال سے آدم و شیطان کے قصے یا خدا اور فرشتوں کے مباحثے کے
طور پر اس فطرت کو بیان کیا ہے۔“ (تفسیر القرآن ص ۵۱-۵۲)

یعنی یہ واقعہ جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا تو یہ طرز کلام تو یقیناً غلط ہے نہ تو آدم علیہ
السلام اور ابلیس کا کوئی واقعہ ہوا نہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا اس کے ملائکہ علیہم السلام سے کوئی
مکالمہ ہوا۔ البتہ کلیلہ اور منہ کی کہانیوں کے طور پر ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے جو آدم علیہ

السلام اور ملائکہ علیہم السلام اور ابلیس کا فرضی واقعہ بیان کیا ہے اس سے نہ صرف اس قدر
بتانا مقصود ہے کہ انسان کے اندر جو بھیمہ قوتیں ہیں وہ بہت بری اور انسان کو نقصان
پہنچانے والی ہیں۔ بس اتنی ہی بات کو سمجھانے کے لئے اللہ عزوجل نے قرآن کریم کے
آٹھ مقامات پر بہت ہی بسط و تفصیل کے ساتھ اس واقعے کو بیان فرمایا ہے۔ والعیاذ باللہ
تعالیٰ عزوجل

پھر اس پر اگر کوئی دین دار مسلمان یوں اعتراض کرے کہ اللہ تعالیٰ نے صاف
صاف یوں ہی کیوں نہ بیان فرمادیا کہ انسان کی بھیمہ قوتیں بہت بری ہیں اور آدمی کو
نقصان پہنچانے والی ہیں اتنا میسوط و طویل فرضی واقعہ وہ بھی بار بار کیوں بیان فرمایا تو
اس کا یہ کفری جواب دیتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس قدر نا سمجھ تھے کہ اتنی سی بات
بھی ان کے نزدیک ایک نہایت ہی دقیق راز تھی وہ اس کو سمجھ ہی نہیں سکتے تھے اس لیے
قرآن عظیم کو اس طویل و بسیط واقعے کو بار بار بیان کرنے کی ضرورت پڑی۔ والعیاذ باللہ
تعالیٰ عزوجل

اور جب سرسید اللہ و رسول عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی عظیم و جلیل سرکاروں
میں سڑی سڑی دشنامیں (گالیاں) سناتا ہے تو اس سے اس کی کیا شکایت کہ صحابہ کرام
علیہم الرضوان کی پاک مبارک شانوں میں یہ ناپاک جملہ لکھتا ہے کہ
”اونٹ چرانے والوں کی فہم سے بہت دور تھا“ کہ ع ما علیٰ مشک بعد الخلاء۔
اسی تفسیر قرآن میں لکھتا ہے:

”خواہ تم یہ سمجھو کہ خدا اور فرشتوں میں مباحثہ ہوا اور شیطان نے خدا سے
نا فرمانی کی اور آدم بھی گیسوں کا درخت کھا کر خدا کا نافرمان برادر ہوا خواہ
میں یوں سمجھوں کہ اس بڑے تماشا کر نبیؐ نے بھانسی کا ایک ٹراٹا بجا
ہے اس کے راز کو اسی بھانسی کی اصطلاحوں میں بتایا ہے۔“

اس ناپاک عبارت میں سرسید نے اسی کفر ملعون کو صاف صاف لفظوں میں واضح کیا ہے کہ اس فرضی واقعے کو بیان فرما کر اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت کے راز کو در پرہ بتایا ہے کہ انسان میں نیکی کرنے کی جو قوتیں ہیں وہ بہت اچھی اور انسان کو فائدہ پہنچانے والی ہیں اور آدمی میں بدی کرنے کی جو قوتیں ہیں وہ بہت بری اور آدمی کو نقصان پہنچانے والی ہیں۔ بس اصل بات صرف اتنی سی ہے باقی قرآن کا بیان فرمایا ہوا سارا واقعہ بالکل غلط ہے اور فرضی ہے پھر اسی کفر کے ساتھ ساتھ کمال دریدہ یعنی حضرت قدوس و سیورج جل جلالہ کو بھانپتی اور باز گیر بھی کہہ ڈالا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ عزوجل اہل ادب دین دار مسلمان تو ایسے کفریات پر لعنت کرتے ہیں۔ وہ یوں نہیں کہتے کہ خدا اور فرشتوں کا مباحثہ ہوا اور حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہوئے بلکہ وہ یوں کہتے ہیں کہ فرشتے اللہ عزوجل پر اعتراض اور اس کے ساتھ مباحثہ کرنے سے پاک و معصوم ہیں۔

”لَا تَسْبِقُوْنَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ“

بات میں اس سے سبقت نہیں کرتے اور وہ اسی کے حکم پر کار بند ہیں۔

(سورۃ الاحزاب آیت ۲۷)

اس واقعہ میں جو فرشتوں کا اللہ عزوجل سے مکالمہ ہوا وہ مباحثہ نہ تھا بلکہ وہ اپنے رب جل جلالہ کی حکمت بالغہ کو دریافت کر رہے تھے جس کا اس وقت ان کو بتانا حکمت ایزدی میں منسب نہ تھا اسی طرح تمام انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام اللہ تبارک و تعالیٰ کی نافرمانی سے منزہ و معصوم ہوتے ہیں۔

تَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ
وَالْيَوْمَ الْآخِرَ

بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے اس کے لئے کہ اللہ اور پچھلے دن

کی امید رکھتا ہو۔ (سورۃ الاحزاب آیت ۲۱)

حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ عزوجل کا ہرگز کوئی گناہ نہ کیا بلکہ وہ بھول گئے اور بغیر قصد کے ان سے یہ فعل صادر ہوا۔

وَلَقَدْ عَهِدْنَا اِلٰی اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا

اور بے ہم نے آدم کو اس سے پہلے ایک تاکید کی تھی کہ نہ دیا تھا اور وہ بھول گیا اور

ہم نے اس کا قصد (ارادہ) نہ پایا۔ (سورۃ طہ آیت ۱۱۵)

چونکہ یہ بھولنا بھی شان مصفوت کے مناسب نہ تھا لہذا ان پر عتاب فرمایا۔ عتاب دوستوں پر ہوتا ہے اور عذاب دشمنوں پر اور عتاب نافرمانوں پر عتاب محبوبانہ کی لذت عشاق و محبین ہی خوب جانتے ہیں اس مضمون کو ہم حضرت قاضی عیاض رضی اللہ عنہ کی شفا شریف کی عبارت پر ختم کرتے ہیں۔

چنانچہ ۲۳۶ و ۲۳۷ پر فرماتے ہیں:

وَكَذٰلِكَ مِنْ دَانَ بِالْوَحْدَانِيَةِ وَصَحَّةِ النَّبُوَّةِ وَنُبُوَّةِ نَبِيْنَا صَلٰی
اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَسَلَّم وَلٰكِنْ جَوْرٌ عَلٰی الْاَنْبِيَاءِ
الْكُذْبُ. فَمِمَّا اَتَوَابِهٖ اَدْعٰی فِیْ ذٰلِكَ الْبَصْلَحَةُ اَوْلَمَ يَذْعِبُهَا فَهُوَ
كَافِرٌ

یعنی اسی طرح وہ شخص بھی قطعاً یقیناً کافر ہے جو اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے اور نبوت کے درست ہونے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کو تو مانتا ہو لیکن انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ ہدایت و تعلیمات اپنی امتوں کو فرمائیں ان میں انبیاء علیہم السلام پر جھوٹ بولنا جائز رکھے۔

یہی قاضی عیاض رضی اللہ عنہ اسی شفا شریف میں فرماتے ہیں:

فَكَذٰلِكَ مِنَ الْكُفْرِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ وَالْبَغْثُ وَالْحَسَابُ وَالْقِيَامَةُ
فَهُوَ كَافِرٌ بِاجْمَاعِ النَّصِّ عَلَيْهِ وَاجْمَاعِ الْاِمَّةِ عَلٰی صَحَّةِ نَقْلِهِ
مَتَوَاتِرًا وَكَذٰلِكَ مَنْ اعْتَرَفَ بِذٰلِكَ وَلٰكِنَّهٗ قَالَ اَنَا لِمُرَادٍ

بالجنة والنار والحشر والنشر والثواب والعقاب معنی غیرہ
وانها لذات روحانية و معان بالجنة كقول النصارى والفلا
سفة والباطنية وبعض المتصوفة

یعنی اور اسی طرح جو شخص بہشت یا دوزخ یا مردوں کے اپنے اپنے جسموں
کے ساتھ زندہ ہو کر اٹھنے یا حساب یا قیامت کا انکار کرے تو وہ اجماعاً کافر
ہے کیونکہ ان امور پر قرآن پاک و احادیث شریفہ میں روشن ارشادات
موجود ہیں اور تمام امت کا اجماع ہے کہ یہ امور صحیح طور پر تو اتر کے ساتھ
منقول ہوتے ہوئے ہم تک پہنچے ہیں اور اسی طرح وہ شخص بھی قطعاً و اجماعاً
کافر ہے۔ جو ان لفظوں کا تو اقرار کرے لیکن کہے کہ جنت و دوزخ وحشر
و نشر و ثواب و عذاب سے ایسے معنی مراد ہیں جو ان کے ظاہر الفاظ سے سمجھ
میں نہیں آتے اور حقیقت میں تو وہ روحانی لذتیں اور باطنی معانی ہیں جیسے
نصرائیوں اور فلسفیوں (یعنی سائنس پرستوں) اور باطنیوں (یعنی
اسماعیلیوں کا اور جھوٹے صوفیوں کا قول ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ النورانی اپنے مکتوبات
جلد اول ص ۲۱۹ پر فرماتے ہیں:

کہے کہ خواہد کہ جمیع احکام شرعیہ را معقول خود سازد و بادلہ عقلیہ برابر نماید۔
آں شخص منکر طور نبوت است۔ علیہ المستحق
یعنی جو شخص یہ چاہتا ہے کہ تمام احکام شرعیہ کو اپنی عقل سے سمجھ لے اور عقلی
دلیلوں سے ان کو ثابت کرے وہ شان نبوت کا منکر ہے اور اس پر وہ عذاب
نازل ہو جس کا وہ مستحق ہے۔

پھر اسی جلد اول کے ص ۳۲۳ پر فرماتے ہیں:

حساب و میزان و صراط حق است کہ خبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم۔ اذال خبر

واوہ۔ استبحا بعضے از جاہلان طور نبوت۔ از وجود این امور از حیر اعتبار ساقط
ست۔ چہ طور نبوت و رائے طور عقل ست۔ اخبار صادقہ انبیاء را بہ نظر عقل
موافق ساختن فی الحقیقہ انکار طور نبوت است آنجا معاملہ بر تقلید است۔
ندانند کہ طور نبوت مخالف طور عقل است بلکہ طور عقل بے تائید انبیاء علیہم
الصلوٰۃ والتسلیمات۔ ہاں مطالب عالی متوانند مہتد شد مخالف دیگر است و
نارسیدن و دیگر چہ مخالفت بعد از رسیدن مقصود بود و بہشت و دوزخ موجود اند
بعد از محاسبہ روز قیامت گروہ را بہ بہشت خواہند فرستاد و گروہ را بہ دوزخ
و ثواب و عذاب لہ نما ابدی است کہ انقطاع ندارد کما دلت علیہ النصوص
القطعیۃ الواردۃ

یعنی حساب و میزان و صراط حق ہے کہ خبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی
خبر دی ہے اور بعض ایسے لوگوں کا جو شان نبوت سے جاہل ہیں ان چیزوں
کے وجود سے تعجب کرنا پایہ اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ مرتبہ عقل سے درجہ
نبوت بلند و بالا ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سچی خبروں کو عقل کی نظر
کے ساتھ موافق کرنا درحقیقت شان نبوت کا انکار ہے۔

وہاں تو سارا مدار بن کر مان لینے ہی پر ہے۔ یہ نہ سمجھیں کہ مرتبہ نبوت درجہ
عقل کے مخالف ہے بلکہ قوت عقل بغیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تائید
کے ان بلند و بالا مطالب تک پہنچ ہی نہیں سکتی۔ مخالفت اور چیز ہے اور پہنچ نہ
سکتا اور بات ہے کیونکہ مخالفت تو ان مقاصد تک پہنچ لینے کے بعد ہی تصور
میں آ سکتی ہے اور بہشت و دوزخ دونوں موجود ہیں۔ قیامت کے دن
حساب ہو جانے کے بعد ایک گروہ کو بہشت میں بھیجیں گے اور ایک گروہ کو
دوزخ میں اور ان کا ثواب و عذاب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے ہرگز کبھی ختم
نہیں ہوگا جیسا کہ تاکید فرمانے والے قطعی نصوص نے یہی بتایا ہے۔

معجزات انبیاء کا انکار

اسی طرح پیر نیچر نے معجزات کا بھی مطلقاً انکار کیا ہے اس کی تفصیل کو ایک دفتر طویل درکار ہم اس کے اس کفر قطعی کے صرف چند مختصر نمونے دکھانے پر اکتفا کرتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِذْ قَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَأَنْجَيْنَاكُمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ

ترجمہ: (یعنی) اور جب ہم نے تمہارے لیے دریا پھاڑ دیا تو تمہیں بچا لیا اور فرعون والوں کو تمہاری آنکھوں کے سامنے ڈبو دیا۔ (ترجمہ رضویہ)

اور اللہ عز و جل ارشاد فرماتا ہے:

فَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ ۖ وَأَزَلَّانَا تَمَّةَ الْآخَرِينَ ۖ وَأَنْجَيْنَا مُوسَىٰ وَمَنْ مَعَهُ أَجْمَعِينَ ۖ ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخَرِينَ ۖ

ترجمہ: تو ہم نے موسیٰ کو وحی فرمائی کہ دریا پر اپنا عصا مار تو جیسا دریا پھٹ گیا تو ہر حصہ ہو گیا جیسے بڑا پہاڑ اور وہاں قریب لائے ہم دوسروں کو اور ہم نے بچا لیا موسیٰ اور اس کے سب ساتھ والوں کو پھر دوسروں کو ڈبو دیا۔ (ترجمہ رضویہ)

اور اللہ عز و جل ارشاد فرماتا ہے:

فَدَعَا رَبَّهُ أَنْ هَلُولَاءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُونَ ۖ فَاسْرُ بِعِبَادِي لَيْلًا إِنَّكُمُ مُّتَّبِعُونَ ۖ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا إِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُونَ ۖ

ترجمہ: تو موسیٰ نے اپنے رب سے دعا کی کہ یہ مجرم لوگ ہیں ہم نے حکم فرمایا میرے بندوں کو راتوں رات لے کر نکل ضرور تمہارا پیچھا کیا جائے گا اور دریا کو یو ہیں جگہ جگہ سے کھلا چھوڑ دے بے شک وہ لشکر ڈبو یا جائے گا۔ (ترجمہ رضویہ)

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَقَدْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ اسْرُ بِعِبَادِي فَأَضْرِبْ لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا لَا تَخَفْ دَرَسًا وَلَا تَخْشَى ۖ فَاتَّبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُودِهِ فَفَشَلْتَهُمْ مِنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ۖ

ترجمہ: اور بے شک ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے چل اور ان کے لئے دریا میں سوکھا راستہ نکال دے تجھے ڈرنہ ہوگا کہ فرعون آئے اور نہ خطرہ۔ تو ان کے پیچھے فرعون پر اپنے لشکر لے کر تو نہیں دریائے ڈھانپ لیا جیسا ڈھانپ لیا۔ (ترجمہ رضویہ)

ہر مسلمان کا ایمان ہے اور آیات کریمہ کا روشن بیان ہے کہ یہ واقعہ حضرت سیدنا موسیٰ کیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان معجزات میں سے ہے جن کو اللہ عز و جل نے انہیں عطا فرمایا۔ ان آیات الہیہ نے اس معجزہ موسویہ کی یہ تفصیلات بیان فرمائیں۔

(۱) حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ عز و جل سے وحی پا کر بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات چل دیئے تھے۔

(۲) جب دریا پر پہنچے تو دریا حسب دستور بہہ رہا تھا اس میں نہ تو خشکی تھی نہ کوئی راستہ تھا۔

(۳) جب اللہ تعالیٰ سے وحی پا کر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریا پر عصا مارا تو

(۴) عصا مارتے ہی دریا پھٹ کر بیچ میں خشک راستہ نکل آیا۔

(۵) اس وقت اس سوکھے راستے کے دونوں طرف پانی بڑے بڑے پہاڑوں کی

طرح اونچا کھڑا ہو گیا۔

(۶) بنی اسرائیل کے سلامتی کے ساتھ پار نکل جانے کے بعد جب فرعون اپنے

لشکروں کو لے کر اسی راستے پر داخل ہوا تو اسی پانی نے جو راستے کے دونوں جانب اونچے

اونچے پہاڑوں کی مانند کھڑا ہو گیا تھا ان سب کو یکا یک ڈھانپ لیا۔

(۷) اس راستے کو دیرپا ہی باقی رکھنے کی۔

سیدنا کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم الہی قدرت تھی جیسی تو ارشاد ہوا۔

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْبَحْرَ رَهْوًا إِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُونَ ۝

ترجمہ: اے موسیٰ دریا کو یوں جگہ جگہ سے کھلا ہوا چھوڑ دو۔ دونوں طرف

کے پانیوں کو ابھی مت ملاؤ کیونکہ ابھی تو فرعون اور اس کے لشکروں کو اسی

دریا میں ڈوبنا ہے۔

لیکن منجھڑ کا بیماری سائنس کا غلام پیر نیچر تفسیر القرآن میں لکھتا ہے:

”معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بسبب جوار بھالے کے جو سمندر میں آتا رہتا

ہے اس مقام پر کہیں خشک زمین نکل آتی تھی اور کہیں پایاب رہ جاتی تھی۔

بنی اسرائیل پایاب و خشک راستے سے راتوں رات باسن اتر گئے۔“

(ص ۸۲)

پھر دوسرے بعد لکھتا ہے:

”صبح ہوتے فرعون نے جب دیکھا کہ بنی اسرائیل پار اتر گئے اس نے بھی

ان کا تعاقب کیا اور لڑائی کی گاڑیاں سوار پیادے غلط راستے پر سب دریا

میں ڈال دیے اور وہ وقت پانی کے بڑھنے کا تھا لمحے لمحے پانی بڑھتا گیا جیسے

کہ اپنی عادت کے موافق بڑھتا ہے اور ڈباؤ ہو گیا جس میں فرعون اور اس کا

لشکر ڈوب گیا۔“ (تفسیر القرآن ص ۸۳)

قدرت خداوندی کا انکار

یعنی (سرسید کے مطابق) نہ وہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی قدرت کا خارق عادت نشان

تھا نہ حضرت کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ تھا بلکہ جو کچھ تھا منجھڑ کا تماشا تھا اور جوار

بھالے کا کرشمہ تھا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

اللہ عزوجل نے فرمایا ہے:

وَإِذْ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ ۖ

فَانفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۖ قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرِبَهُمْ ۖ

ترجمہ: اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا تو ہم نے فرمایا اس پتھر

پر اپنا عصا مارو تو فوراً اس میں سے بارہ چشمے بہنے لگے ہر گروہ نے اپنا گھاٹ

پہچان لیا۔ (ترجمہ رضویہ)

اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ إِذْ اسْتَسْقَىٰ قَوْمُهُ أَنِ اضْرِبْ بِعَصَاكَ

الْحَجَرَ ۖ فَانفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۖ قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ

مَّشْرِبَهُمْ ۖ

ترجمہ: اور ہم نے وحی بھیجی موسیٰ کو جب اس سے اس کی قوم نے پانی مانگا کہ

اس پتھر پر اپنا عصا مارو تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے ہر گروہ نے اپنا

گھاٹ پہچان لیا۔ (ترجمہ رضویہ)

ان دونوں مقدس آیتوں نے صاف صاف ارشاد فرمایا کہ (۱) موسیٰ کلیم اللہ علیہ

الصلوٰۃ والسلام سے ان کی قوم نے پانی مانگا (۲) موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم

کے لئے رب عزوجل سے پانی طلب کیا۔ (۳) اللہ تبارک و تعالیٰ نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ

والسلام کو وحی بھیجی (۴) کہ اس پتھر پر اپنا عصا مارو (۵) اور عصا مارتے ہی اس پتھر میں

سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔

مسلمان بھلا اللہ جس طرح انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تمام معجزات کو مانتے ہیں اس طرح اس معجزہ موسویہ پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔

لیکن پیر نیچر نے اپنے کفر و الحاد کو مسلمانوں میں جمانے کے لئے ان مبارک آیتوں کے معنی کی تحریف کر ڈالی اسی اپنی ناپاک تفسیر القرآن میں لکھتا ہے:

”بحر احمر کی شاخ کو عبور کرنے کے بعد ایک وادی ملنا ہے جس کا قدیم نام ایثام ہے وہاں پانی نہیں ملتا۔“

پھر سوادوسر بعد لکھتا ہے:

”یہی مقام ہے جہاں بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے پانی مانگا تھا۔ اس مقام کے پاس پہاڑیاں ہیں جن کی نسبت خدا نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ اضربْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ یعنی اپنی لاٹھی کے سہارے سے اس پہاڑی پر چڑھ چل۔ اس پہاڑی کے پرے ایک مقام ہے جس کو توریت میں بطلم لکھا ہے وہاں بارہ چشمے پانی کے جاری تھے جس طرح پہاڑی ملک میں پہاڑوں کی جڑیا چٹانوں کی دراڑوں میں سے جاری ہوتے ہیں جن کی نسبت خدا نے فرمایا ہے کہ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا یعنی اس سے پھوٹ نکلے ہیں بارہ چشمے۔ (تفسیر القرآن صفحہ ۹۵)

یعنی اس واقعے میں نہ تو اللہ عز و جل کی قدرت کے کسی خارق عادت نشان کا ظہور ہے نہ حضرت کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے معجزے کا صدور ہوا تھا بلکہ ایک پہاڑی پر بارہ چشمے بہہ رہے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اسی پہاڑی پر پہنچا دیا۔

پھر تم بے ایمانی یہ کہ اضربْ بِعَصَاكَ کا ترجمہ یہ گڑھ دیا: اپنی لاٹھی کے سہارے سے چڑھ چل۔ الْحَجَرَ کا ترجمہ گڑھ دیا: اس پہاڑی پر۔ فَانْفَجَرَتْ کا ترجمہ گڑھ دیا: پھوٹ نکلے ہیں۔ والیہذا باللہ تعالیٰ۔

اللہ عز و جل فرماتا ہے:

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَكُم بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝

ترجمہ: اور (اے بنی اسرائیل) جب ہم نے تم سے عہد لیا اور تم پر طور کو اونچا کیا تو جو کچھ ہم تم کو دیتے ہیں زور سے لو اور اس کے مضمون یاد کرو اس امید پر کہ تمہیں پرہیزگاری ملے۔ (ترجمہ رضویہ)

اور اللہ عز و جل فرماتا ہے:

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَكُم بِقُوَّةٍ وَاَسْمِعُوا قَالُوا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَأَشْرَبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ قُلْ بِنَسَا يَأْمُرُكُمْ بِهِ إِبْرَانُكُمْ إِن كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝

ترجمہ: اور (اے بنی اسرائیل) یاد کرو جب ہم نے تم سے بیان لیا اور طور کو تمہارے سروں پر بلند کیا تو جو ہم تمہیں دیتے ہیں زور سے پکڑ اور سنو۔ بولے ہم نے سنا اور نہ مانا اور ان کے دلوں میں عجلہ راج رہا ان کے کفر کے سبب تم فرما دو کیا برا حکم دیتا ہے تم کو تمہارا ایمان اگر ایمان رکھتے ہو۔ (ترجمہ رضویہ)

اور اللہ عز و جل ارشاد فرماتا ہے:

وَإِذْ نَقَعْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَأَنَّهُ ظُلَّةٌ وَظَنُّوا أَنَّهُ وَاقِعٌ بِهِمْ خُذُوا مَا آتَيْنَكُم بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝

ترجمہ: اور جب ہم نے پہاڑ کو اُپر اٹھایا گویا وہ ساتھان ہے اور سمجھے کہ وہ اوپر گر پڑے گا تو جو ہم نے تمہیں دیا زور سے اور یاد کرو جو اس میں ہے کہ کہیں تم پرہیزگار ہو۔ (ترجمہ رضویہ)

ان آیات مبارکہ میں اللہ عز و جل کی قدرت کاملہ کے اس خارق عادت قاهر نشان

کایمان اور حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس معجزہ قاہرہ کا بیان ہے کہ جب بنی اسرائیل نے احکام توراۃ میں تکالیف شاقہ دیکھ کر ان کے قبول کرنے سے انکار کر دیا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے بحکم الہی ایک بڑا پہاڑ اٹھا کر ان کے سروں کے قریب کر دیا اور ان سے کہا گیا کہ احکام توراۃ قبول کرو ورنہ یہ پہاڑ تم پر گر دیا جائے گا۔ پہاڑ کو سروں پر دیکھ کر سب کے سب سجدے میں گر گئے مگر اس طرح پر کہ بایاں رخسار تو انہوں نے زمین پر لگا دیا اور واقعی آنکھ سے پہاڑ کو دیکھتے رہے کہ کہیں گرنہ پڑے چنانچہ اب تک یہودی لوگ اسی طرح سجدہ کرتے ہیں۔ اس واقعے میں اگرچہ بظاہر عہد قبول کرنے پر اکراہ نظر آتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ پہاڑ کا سروں پر معلق فرما دینا اللہ تبارک و تعالیٰ کی قدرت کا زبردست نشان اور اس کے کلیم جلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت پر قوی برہان ہے۔ اس سے دیکھنے والوں کے قلوب کو اطمینان حاصل ہو گیا کہ یقیناً یہ رسول قدرت الہی کے مظہر اور ربانی تائید کے مؤید ہیں یہی اطمینان احکام توراۃ کو ماننے اور ان پر عمل کرنے کا عہد قبول کر لینے کا سبب ہو گیا اور اکراہ نہ رہا۔ اہل ایمان جس طرح اللہ عز و جل کے تمام نشانوں اور انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تمام معجزوں پر ایمان رکھتے ہیں اسی طرح اس معجزے پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔

مگر پیر نیچر اپنی تفسیر القرآن میں لکھتا ہے:

”بنی اسرائیل جو خدا کے دیکھنے کو گئے تھے طور یا طور سینین کے نیچے کھڑے ہوئے تھے پہاڑ ان کے سر پر نہایت اونچا اٹھا ہوا تھا وہ اس کے سائے کے تلے تھے۔ اور طور بسبب آتش فشانی کے شدید حرکت اور زلزلے میں تھا جس کے سبب وہ گمان کر رہے تھے کہ ان کے اوپر گر پڑے گا۔ پس اس حالت کو خدا تعالیٰ نے ان لفظوں میں یاد دلایا ہے کہ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ تَتَفَقَّحُ الْجَبَلُ فَوْقَهُمْ كَأَنَّهُ ظُلَّةٌ وَظَنُّوا أَنَّهُ وَاقِعٌ بِهِمْ۔ پس ان الفاظ میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جو عجیب ہو یا مطابق واقع اور

موافق قانون قدرت نہ ہو۔ ہاں مفسرین نے اپنی تفسیروں میں اس واقعے کو عجیب و غریب واقعہ بنا دیا ہے اور ہمارے مسلمان مفسر خدا ان پر رحمت کرے عجائبات دور از کار کا ہونا مذہب کا فخر اور اس کی عمدگی سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے تفسیروں میں لغو و بیہودہ عجائبات بھردی ہیں۔“

(تفسیر القرآن صفحہ ۹۸)

مطلب یہ ہوا کہ یہ کوئی معجزہ تھا نہ قدرت الہیہ کا کوئی خارق عادت نشان تھا بلکہ اگرچہ اس زمانہ میں طور سینا کوہ آتش فشاں نہیں ہے مگر اس وقت طور سینین ضرور کوہ آتش فشاں ہوا ہوگا جب بنی اسرائیل نے احکام توراۃ قبول کرنے سے انکار کیا ہوگا تو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو لے جا کر طور سینا کی آتش فشانی کا تماشا دکھایا ہوگا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اور اللہ عز و جل فرماتا ہے:

وَإِذْ قُلْتُمْ يٰمُوسٰى لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَرٰى اِلٰهَ جَهَنَّمَ فَاِخَذْتُمُ الصُّورَةَ وَانْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

ترجمہ: اور (اے بنی اسرائیل) جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز تمہارا یقین نہ لائیں گے جب تک علانیہ خدا کو نہ دیکھ لیں تو تمہیں کڑک نے آلیا اور تم دیکھ رہے تھے پھر مرے پیچھے ہم نے تم کو زندہ کر دیا کہ کہیں تم احسان مانو۔

(ترجمہ رضویہ)

اور اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاخْتَارَ مُوسٰى قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِّمِيقَاتِنَا ۖ فَبَآ اَخَذْتُهُمُ الرِّجْفَةَ ۚ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنۢ قَبْلِ وَاِيَاىَ ۚ اَتَهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ۚ تُضِلُّ بِهَا مَنۢ تَشَآءُ

وَتَهْدِي مَنْ تَشَاءُ ۚ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا ۖ وَاَنْتَ خَيْرُ
الْغَافِرِينَ ۝

ترجمہ: اور موسیٰ نے اپنی قوم سے ستر مرد ہمارے وعدے کے لئے چنے پھر جب انہیں زلزلے نے لیا موسیٰ نے عرض کی: اے رب میرے تو چاہتا تو پہلے ہی انہیں اور مجھے ہلاک کر دیتا۔ کیا تو ہمیں اس کام پر ہلاک فرمائے گا جو ہمارے بے عقلوں نے کیا وہ نہیں مگر تیرا آزمانا تو اس سے بہکائے جسے چاہے اور راہ دکھائے جسے چاہے تو ہمارا مولا ہے تو ہمیں بخش دے اور ہم پر مہر کر اور تو سب سے بہتر بخشے والا ہے۔ (ترجمہ رضویہ)

ان مقدس آیتوں میں اللہ عزوجل اپنی قدرت کاملہ کے اس خارق عادت نشان اور حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس قاهر معجزے کا بیان فرما رہا ہے کہ جب بنی اسرائیل نے گویا سالہ پرستی سے توبہ کی اور اس کے کفارے میں اپنی جانیں دے دیں تو حضرت کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بحکم الہی ان کی گویا سالہ پرستی کی عذر خواہی کے لئے ان میں سے ستر آدمی منتخب فرما کر طور سینا پر لے گئے۔ وہ وہاں کہنے لگے کہ ہم آپ کا یقین نہ کریں گے جب تک اللہ عزوجل کو علانیہ نہ دیکھ لیں۔ اس پر آسمان سے ایک ہولناک آواز آئی جس کی ہیبت سے پہاڑ زلزلے میں آ گیا اور وہ لوگ مر گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں تضرع و زاری کے ساتھ عرض کی کہ میں بنی اسرائیل کو کیا جواب دوں گا۔ اس پر اللہ قادر مقتدر جل جلالہ نے ان سب کو یکے بعد دیگرے زندہ فرما دیا۔

مسلمانوں کا تو اس معجزے پر بھی ایمان ہے۔

لیکن پیر نیچر اپنی تفسیر القرآن پر لکھتا ہے:

”یہ تمام واقعات موسیٰ و بنی اسرائیل پر سینا کے مقام میں گزرے تھے وہاں ایک سلسلہ پہاڑوں کا ہے جس کو طور سینا طور سنئیس کہتے ہیں اور کبھی صرف

طور ہی اس کا نام لیتے ہیں۔ کچھ شہرہ نہیں ہو سکتا کہ حضرت موسیٰ کے زمانے میں وہ کوہ آتش فشاں تھا۔ جب بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ ہم علانیہ خدا کو دیکھنا چاہتے ہیں تو وہ بجز اس کی قدرت کاملہ کے ایک عظیم الشان نشان کے کرشمے کے اور کچھ ان کو نہیں دکھا سکتے تھے۔ پس وہ ان کو اس پہاڑ کے قریب لے گئے جس کی آتش نشانی اور گڑ گڑاہٹ اور زور شور کی آواز اور پتھروں کے اڑنے کے خوف سے وہ بے ہوش یا مردے کی مانند ہو گئے۔“ (تفسیر القرآن صفحہ ۱۰)

ہر مسلمان بنظر انصاف و ایمان دیکھ رہا ہے کہ اس ناپاک عبارت میں معجزے کا انکار صریح اور خود حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی مکرو فریب کا الزام ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حجر اسود کی عظمت سے انکار

یہی پیر نیچر اپنی اسی ناپاک تفسیر میں لکھتا ہے:

”حجر اسود کعبے کے ایک کونے میں لگایا گیا تھا۔ اس سے مقصد صرف یہ تھا کہ طواف کی تعداد معلوم رہے اسی کونے سے طواف شروع ہوتا ہے اور اسی کونے پر ختم ہوتا ہے اور حجر اسود کو چھو لیا جاتا ہے یا اس کی طرف اشارہ کر دیا جاتا ہے جس سے معلوم ہو کہ ایک طواف ختم ہوا۔“

(تفسیر القرآن جلد اول صفحہ ۲۸)

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حجر اسود کو چھونا اور چومنا گناہوں کا کفارہ ہے مگر مرتد اکفر پیر نیچر اپنی اس ناپاک عبارت میں حجر اسود کی عزت و عظمت سے بھی انکار صریح کر رہا ہے۔ الغرض پیر نیچر نے اپنی اس ناپاک تفسیر القرآن میں سینکڑوں قطعی یقینی کفریات کیے ہیں۔ ہم نے اختصاراً صرف اس کی جلد اول ہی کے یہ چند اقوال ملعونہ محض بطور نمونہ پیش کر دیے ہیں۔ اب ہم پیر نیچر کا وہ کلیہ کفریہ نقل کریں جس سے واضح

وروشن ہے کہ پیر نیچر سرے سے تمام معجزات کا قطعاً منکر اور اللہ عز و جل کی قدرت کاملہ کے خارق عادت نشانوں سے قطعاً کافر ہے۔ پیر نیچر اپنے مضمون کرامت اور معجزہ شائع شدہ ۱۳۹۶ھ میں لکھتا ہے۔

”ہم اس امر کا ذکر نہیں کرتے جس کا وقوع اتفاقہ نیچر کے قواعد کے موافق کسی دوسرے امر کے مقارن ہوا ہو اور جس کو ہم کرامت و معجزہ کہتے ہیں بلکہ اس کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جس کو لوگ کرامت و معجزہ کہتے ہیں اور گویا سپر نیچرل (یعنی خارق عادت) ہونا اس کی ذاتیات میں سے ہے۔ انسان کے دین اور دنیا اور تمدن و معاشرت بلکہ زندگی کی حالت کو کرامت اور معجزے پر یقین یا اعتقاد رکھنے سے زیادہ خراب کرنے والی کوئی چیز نہیں۔“

(مضمون کرامت اور معجزہ شائع شدہ ۱۳۹۶ھ)

پھر اپنے مضمون مذہبی خیال شائع شدہ ۱۳۹۶ھ میں لکھتا ہے:

”قدیم اصول یہ ہے کہ خدا کی قدرت اور اس کی عظمت اس میں ہے کہ وہ پانی سے آگ کا اور آگ سے پانی کا کام لے سکتا ہے۔ جدید اصول یہ ہے کہ اس میں خدا کی قدرت اور اس کی عظمت اور صنعت کو بنا لگتا ہے۔“

(مضمون مذہبی خیال شائع شدہ ۱۳۹۶ھ)

ان ناپاک عبارتوں میں صاف صاف واضح کیا دیا کہ پیر نیچر کا دھرم یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی قدرت کا کوئی خارق عادت نشان دکھائی نہیں سکتا حتیٰ کہ آگ سے پانی کا اور پانی سے آگ کا کام بھی نہیں لے سکتا کیونکہ وہ اگر ایسا کرے تو اس کی قدرت و عظمت و صنعت کو بنا لگ جائے گا۔ والعیاذ باللہ تبارک و تعالیٰ

کیا اب بھی کسی ایماندار مسلمان کو پیر نیچر اور اس کی نیچری ذریعات کے کافر مرتد ملحد زندگی ہونے میں شک رہ سکتا ہے۔ کیا جو شخص پیر نیچر کے ان قطعی یقینی اقوال کھریہ پر مطلع ہونے کے بعد بھی اس کے کافر و مرتد ہونے میں شک رکھے اس کا ایمان باقی رہ سکتا

ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

الغرض پیر نیچر نے اپنی اس ناپاک تفسیر القرآن میں سینکڑوں کفریات قطعیہ یقینیہ کہے ہیں ہم نے اختصاراً صرف اس کی جلد اول ہی کے چند اقوال ملحوظ محض بطور نمونہ پیش کر دیئے ہیں۔

بہر حال جو شخص پیر نیچر کے کفریات قطعیہ یقینیہ میں سے کسی ایک ہی کفر قطعی پر مطلع ہونے کے بعد بھی اس کے کافر مرتد ہونے میں شک رکھے یا اس کو کافر مرتد کہنے میں توقف کرے وہ بھی بحکم شریعت مطہرہ قطعاً یقیناً کافر و مرتد اور بے توبہ مرا تو مستحق عذاب ابد ہے پیر نیچر کو اپنے لیے اور اپنے اذتاب کے لئے نیچری کا لفظ بہت مرغوب تھا۔ چنانچہ وہ اپنے مضمون شائع شدہ ۱۳۹۶ھ جس کا عنوان ”نیچر“ تھا میں خود لکھتا ہے:

”خدا نے ہم کو ہماری جان کو ہماری سمجھ کر ہمارے قیاس کو ہمارے دل و دماغ کو ہمارے روئیں روئیں کو نیچر سے جکڑ دیا ہے۔ ہمارے چاروں طرف نیچر ہی نیچر پھیلا دیا ہے۔ نیچر ہی کو ہم دیکھتے ہیں۔ نیچر ہی کو ہم سمجھتے ہیں۔ نیچر سے خدا کو (مانتے ہیں) پہچانتے ہیں پھر نیچر ہی نہ ہوں تو کون ہوں۔“

پھر ساڑھے آٹھ سطر بعد لکھتا ہے:

”جب ہمارا دادا ابراہیم نیچری تھا تو ہم اس کی ناخلف اولاد نہیں ہیں جو نیچری نہ ہو لہذا نیچر ہمارے خدا کا ہمارے باپ دادا کا تمغہ ہے۔ ہم نیچری ہمارا خدا نیچری ہمارے باپ دادا نیچری۔ اگر کوئی اس مقدس لفظ کو بری نیت سے استعمال کرتا ہے وہ جانے اور اس کا دین و ایمان۔“

اگرچہ اللہ عز و جل اور اس کے پیارے خلیل سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو نیچری کہنا اس کا تمسخر اور کفر قطعی ہے مگر اس ناپاک عبارت سے یہ بات تو واضح ہو گئی کہ نیچری کا لقب پیر نیچر کو اپنے لیے اور اپنے باپ اذتاب کے لئے بہت مرغوب و محبوب ہے وہ اس لقب کو

مقدس لقب بتاتا ہے اس لیے پیر پنچر کے اذنا ب و تبیین عرف میں نیچری کہلاتے ہیں۔

سر سید کی ٹیم سے تعلق رکھنے والے مشہور لوگ یہ تھے:

(۱) نواب محسن الملک مہدی علی خان

(۲) نواب اعظم یار جنگ

(۳) مولوی چراغ علی خان

(۴) نواب انصار جنگ

(۵) مولوی مشتاق حسین

(۶) مولوی الطاف حسین حالی

(۷) شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ

(۸) مولوی مہدی حسن

(۹) سید محمود

(۱۰) شبلی نعمانی اعظم گدھی

ارکان حج وحشی قوموں کی عبادت ہیں

سر سید احمد خان اپنی کتاب تفسیر القرآن میں لکھتا ہے:

”تمہارے پاس کوئی ثبوت نہیں کہ حضرت ابراہیم کے زمانے میں نماز کے بعد نہ یہی ارکان تھے جو اب مذہب اسلام میں ہیں نہ یہ ثابت ہے کہ اس نماز میں جیسے کہ وہ ہے اسی طرح پر رکوع و سجدہ تھا جیسا کہ ہماری نماز میں ہے بلکہ اگر اس زمانہ کے حالات اور اس زمانہ کی وحشی قوموں کی عبادت پر خیال کریں تو بجز اس کے اور کچھ نہیں پایا جاتا کہ وہ لوگ آپس میں حلقہ باندھ کر کھڑے ہو جاتے تھے اور کودتے اور اچھلتے تھے اور وہ سارا کا سارا حلقہ اسی طرح چکر کھاتا جاتا تھا اور اسی جوش و خروش میں کھڑے ہو جاتے تھے اور سر ٹیک دیتے تھے اور اس کا نام پکارتے تھے یا اس کی تعریف کے گیت گاتے تھے جس کی وہ عبادت کرتے تھے اسی نماز کا نشان اسلام میں طریقہ ابراہیمی پر موجود ہے جس کا نام مذہب اسلام میں طواف کعبہ قرار پایا ہے۔ ابن عباس سے مشکوٰۃ میں روایت ہے کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الطواف حول البیت مثل الصلوۃ الا انکم تتکلمون فیہ فمن تکلم فیہ فلا یتکلمن الا بعبود یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کعبہ کے گرد طواف کرنا مثل نماز کے ہے گو یہ طریقہ نماز کا وحشیانہ ہو مگر اس میں کچھ شبہ نہیں کہ حال کی مؤدب اور باوقار نمازوں سے زیادہ ہر جوش اور زیادہ تر محبت محبوب کا براہیختہ کرنے والا اور مجبور کے شوق کو زیادہ تر جوش میں لانے والا اور دل کو خالص اس کی یاد میں مشغول کرنے والا تھا یہ حرکتیں انسان میں بالطبع محنون

کا سا جوش پیدا کر دیتی ہیں۔ حضرت ابراہیم کے زمانہ میں جو طریقہ نماز کا ہوا اُس سے زیادہ اور کچھ نہیں تھا۔ (تفسیر القرآن جلد ۱ ص ۱۵۱-۱۵۲)

احرام زمانہ جاہلیت کا وحشیانہ لباس

بڑھے خدا پرست (ابراہیم) کی عبادت سے ہے (معاذ اللہ)

تفسیر القرآن میں لکھتا ہے:

احرام کے وقت نہ بند باندھنے اور بغیر قطع کیا ہوا کپڑا پہننے کا بھی قرآن مجید میں ذکر نہیں مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ اُس کا رواج زمانہ جاہلیت سے برابر چلا آتا ہے اور اسلام میں بھی قائم رہا۔ یہ پوشاک جو حج کے دنوں میں پہنی جاتی ہے ابراہیمی زمانہ کی پوشاک ہے۔ حضرت ابراہیم کے زمانے میں دنیا نے سیویلائزیشن میں جو تہذیبی امور سے علاقہ رکھتی ہے کچھ ترقی نہیں کی تھی وہ قطع کیا ہوا کپڑا بنانا نہیں جانتے تھے۔ اُس زمانہ کی پوشاک یہی تھی کہ ایک تہ بند باندھ لیا کسی کو اگر زیادہ میسر ہوا تو ایک لکڑا کپڑے کا بطور چادر کے اوڑھ لیا سر کو ڈھانکنا اور قطع کیا ہوا کپڑا پہننا کسی کو نہیں معلوم تھا حج جو اس بڑھے خدا پرست کی عبادت کی یادگاری میں قائم ہوا تھا جس نے بہت سوچ بچار کر کہا تھا اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهَیْ لِذٰلِکَ فَطَوَّرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَیْثُفَا وَمَا اَنَا مِنَ الْبَشَرِکَیْنِ تو اس عبادت کو اسی طرح اور اسی لباس میں ادا کرنا قرار پایا تھا جس طرح اور جس لباس میں اُس نے کی تھی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع سیویلائزیشن کے زمانہ میں بھی اُس وحشیانہ صورت اور وحشیانہ لباس کو ہمارے بڑھے دادا کی عبادت کی یادگاری میں قائم رکھا۔ (تفسیر القرآن جلد ۱ ص ۲۰۶)

کعبہ شریف میں کوئی برکت نہیں اور نہ طواف کعبہ سے کچھ حاصل ہوتا ہے

حقیقت حج کی ہماری سمجھ میں یہ ہے جو ہم نے بیان کی۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس پتھر کے بنے ہوئے چوکھونے گھر میں ایسی متعدی برکت ہے کہ جہاں سات دفعہ اس

کے گرد پھرے اور بہشت میں چلے گئے، یہ ان کی خام خیالی ہے۔ کوئی چیز سوائے خدا کے مقدس نہیں ہے۔ اسی کا نام مقدس ہے اور اسی کا نام مقدس رہے گا۔ اس چوکھونے گھر کے گرد پھرنے سے کیا ہوتا ہے اس کے گرد تو اونٹ اور گدھے بھی پھرتے ہیں۔ وہ تو کبھی حاجی نہیں ہوئے۔ پھر دو پاؤں کے جانور کو اس کے گرد پھر لینے سے ہم کیونکر حاجی جائیں۔

(تفسیر القرآن جلد ۱ ص ۲۱۱)

اب ہم بغیر تبصرہ کئے چند آیات طہیات اور احادیث مبارکہ کو درج کرتے ہیں جن میں سرسید احمد خان کے ان ناپاک نظریات کا رد اور ارکان حج کے فضائل موجود ہیں۔

(۱) وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَعْمَاطًا وَاَتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ زُرَّهَم مَّصَلًّیٰ وَعَهْدًا اِلَیْ رَبِّهِمْ وَاَسْمِعُوا اَنْ طَلَعَا بَيْتَیْ لِّلطَّائِفِیْنَ وَالْعَاكِفِیْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ

ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لئے مرجع اور امان بنایا اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بنا دیا اور ہم نے تاکید فرمائی ابراہیم و اسماعیل کو کہ میرا گھر خوب ستھرا کرو۔ طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رُکوع و سجود والوں کے لیے۔ (ترجمہ رضویہ)

(۲) اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِّلنَّاسِ لَذٰلِکَ بِبَنَیْ سَبْءٍ وَهٰذَا لِلْعٰلَمِیْنَ ؕ فِیْہِ الْاَيْمَةُ بِمَقَامِ زُرَّهَم ؕ وَ مِنْ تَحْتِہٖ سَکَانَ اِمْنًا وَّلِلّٰہِ عَلٰی النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا وَّمَنْ کَفَرَ فَلَانَ اللّٰہُ غَنٰی ؕ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ؕ (آل عمران ۹۷)

ترجمہ: بے شک سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کا مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور سارے جہان کا راہنما اور اس میں کھلی نشانیاں ہیں ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جو اس میں آئے امان میں ہو اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے اور جو منکر ہو

تو اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے۔ (ترجمہ رضویہ)

(۳) إِنَّ الصَّافَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ قَبْلَ حَجَّزِ الْبَيْتِ أَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ

ترجمہ: بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں سے ہیں تو جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ دونوں کے پھیرے کرے اور جو کوئی بھلی بات اپنی طرف سے کرے تو اللہ تعالیٰ نیکی کا صلہ دینے والا خبردار ہے۔

(ترجمہ رضویہ)

احادیث (۱) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

الطواف حول البيت مثل الصلوة الا انكم تتكلمون فيه فمن تكلم فيه فلا يتكلمن الا بخير۔ (رواه الترمذی والنسائی والدارمی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

کعبہ معظمہ کے گرد طواف کرنا نماز ہی کے مثل ہے لیکن اتنا فرق ہے کہ طواف میں تم بات کر سکتے ہو تو جو شخص طواف میں بات کرے تو صرف اچھی ہی بات کرے۔

(۲) نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

واللہ لیبعثن اللہ یوم القیامۃ لہ عینان یبصر بہا لسان ینطق بہ یشہد علی من استلمہ بحق۔

(رواه الترمذی وابن ماجہ والدارمی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

ترجمہ: خدا کی قسم اللہ تعالیٰ ضرور حجر اسود کو اس شان سے میدان حشر میں لائے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے دیکھتا ہوگا اور ایک زبان ہوگی جس سے بات کرتا ہوگا جس نے ایمان کے ساتھ اس کا بوسہ لیا ہے

اس کے لئے گواہی دے گا۔

(۳) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان مسحها کفارة للخطایا

ان دونوں یعنی حجر اسود اور رکن یمانی کا مسح کرنا گناہوں کا کفارہ ہے۔

حیاتِ شہداء کا انکار

سر سید احمد خان تفسیر القرآن میں لکھتا ہے:

ان کو مردہ مت کہو وہ تو زندہ ہیں یہ کہنا ایسا ہے جیسے کہ کوئی کہے کہ ”مامات رجل علف مثلك“ یعنی وہ شخص نہیں مرا جس نے تیرے مانند ظلف چھوڑا ہے۔ جو لوگ دین کی استقامت کے سبب مارے گئے ہیں درحقیقت انہوں نے دین حق کے پھیلانے اور اپنے بعد اس کی نیکی کو قائم رہنے اور جاری رہنے کے لئے جان دی ہے پس انہوں نے اپنے بعد ایسی نیکی چھوڑی ہے جو اس سے بہتر نہیں ہو سکتی اور اسی اعتبار سے ان کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ مرے نہیں ہیں بلکہ زندہ ہیں جن سے ایسی نیکی قائم و جاری ہے پس حیات سے ان کی حیات فی الدین مراد ہے جیسے ایک جگہ خدا نے ایمان والوں کی نسبت فرمایا ہے ”أَوْفَوْا نَحْنُ مَحْيَا فَاخْيِئْنَا“ اور سورۃ آل عمران میں جو خدا نے ان کی حیات کے ساتھ یہ قید بھی لگائی ہے کہ ”بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ“ اس سے اور زیادہ اس مطلب کو تقویت دیتی ہے کہ ان کی حیات سے حیات فی الدین مراد ہے نہ اور قسم کی حیات۔

(تفسیر القرآن جلد ۱ ص ۱۶۴)

قارئین! ذیل میں ملاحظہ فرمائیں اللہ قدوس کس طرح شہداء کی حیات کو بیان فرماتا ہے اور سر سید احمد خان ان کی حیات کا انکار کر رہا ہے۔

آیات:

(۱) وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ

وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ۝

ترجمہ: جو خدا کی راہ میں قتل کئے جائیں انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں خبر نہیں۔

(۲) وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ط بَلْ أَحْيَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝

ترجمہ: جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے انہیں مردہ ہرگز نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں۔

جن پرندوں کو عیسائیوں سے گلا گھونٹ کر مار دیا وہ حلال نہیں

سر سید تفسیر القرآن میں لکھتا ہے:

پس جس طرح کہ اہل کتاب موافق اپنے اپنے مذہب کے اس طعام کو جس کا عین ہمارے لئے حرام نہیں ہے اپنے لئے تیار کرتے ہیں ان کا کھانا ہمارے لئے جائز ہے اور اگلی آیت یعنی ”و طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم“ ان تمام احکام میں سے جو بہ نسبت ذبائح ہیں طعام اہل کتاب کو مستثنیٰ کر دیتی ہے پس باوصف تسلیم کرنے تمام باتوں کے جو امراول و دوم سے علاقہ رکھتی ہیں ظہور منہ خنقہ (وہ پرندے جن کا گلا گھونٹ کر مار دیا ہو) اہل کتاب کا کھانا حرام و ممنوع نہیں رہتا۔ (تفسیر القرآن جلد ۱ ص ۱۱۹)

اس عبارت میں سر سید نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جن پرندوں کو عیسائی گلا گھونٹ کر مار دیں وہ حرام نہیں بلکہ حلال ہیں جبکہ قرآن کریم میں واضح آیت طیبہ ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ الْبَيْتَةُ وَالْدَّمُ وَلَحْمُ الْبَهِيمِ ذِي اَنْثَىٰ وَ مَا أُهْلِلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ (سورة المائدہ آیت نمبر ۲)

اب بندہ ناچیز اختصار کے پیش نظر سر سید احمد خان کے چند ان عقائد و نظریات کو تحریر کر دیتا ہے جو الطاف حسین حالی نے حیات جاوید میں بیان کئے ہیں۔

(۱) عہد متیق اور عہد جدید کی کتابوں میں تحریف لفظی واقع نہیں ہوئی بلکہ صرف تحریف معنوی ہوئی ہے مگر اس کے ساتھ ان کا اول سے آخر تک الہامی ہونا غلطی سے پاک ہونا غیر مسلم ہے۔ (حیات جاوید ص ۵۰۲)

(۲) معراج اور شق صدر دونوں روایات میں واقع ہوئے ہیں نہ کہ بیداری میں کیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور کیا مسجد اقصیٰ سے آسمانوں تک۔ (حیات جاوید ص ۵۰۲)

(۳) خدا تعالیٰ کی ذات و صفات اور اسماء افعال کے متعلق جو کچھ قرآن یا حدیثوں میں بیان ہوا ہے وہ سب بطریق مجاز و استعارہ و تمثیل کے بیان ہوا ہے اور اسی طرح معاد کے متعلق جو کچھ بیان ہوا ہے جیسے بعث و نشر حساب و کتاب میزان صراط جنت و دوزخ وغیرہ وغیرہ وہ بھی سب مجاز پر محمول ہے نہ حقیقت پر۔ (حیات جاوید ص ۵۰۲)

(۴) قرآن میں جو خدا کا زمین و آسمان کو چھ دن میں پیدا کرنا بیان ہوا ہے اس سے کسی واقعہ کی خبر دینی مقصود نہیں ہے۔ (حیات جاوید ص ۵۰۲)

(۵) خدا کا دیدار کیا دنیا میں اور کیا عقبیٰ میں نہ ان ظاہری آنکھوں سے ممکن ہے نہ دل کی آنکھوں سے۔ (حیات جاوید ص ۵۰۲)

(۶) قرآن مجید میں جو جنگ بدر و حنین کے بیان میں فرشتوں کی مدد کا ذکر کیا گیا ہے اُس سے ان لڑائیوں میں فرشتوں کا آنا ثابت نہیں ہوتا۔ (ص ۵۰۲)

(۷) حضرت عیسیٰ کا بن باپ کے پیدا ہونا کسی بات سے ثابت نہیں ہوتا۔

(ص ۵۰۲)

(۸) آنحضرت صلعم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے پاس جو کہ افضل الانبیاء والمرسلین ہیں معجزہ نہ ہونے سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء سابقین (علیہم السلام) کے پاس بھی کوئی معجزہ نہ تھا اور جن واقعات کو لوگ معجزہ (متعارف معنوں میں) سمجھتے تھے وہ

در حقیقت معجزات نہ تھے۔ (حیات جاوید ص ۵۰۵)

(۹) مکہ کے قریب اسماعیل کا آباد ہونا محض بناوٹ اور افسانہ ہے اور بوسہ حجر اسود

طوائف کعبہ اشھر حرم کی تعظیم اور مکہ و مئذی و عرفات میں جو مناسک ادا کئے جاتے ہیں۔ اُن میں سے کسی بات کو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے اصول سے تعلق نہیں ہے بلکہ بت پرستی کے اصول جو جنوبی عرب میں جاری تھے ان سے تعلق ہے۔ (حیات جاوید ۵۸)

ناظرین اور اوراق انہیں کفریہ عقائد و نظریات کی وجہ سے علماء اہلسنت و جماعت خصوصاً حضور شیخ الاسلام و المسلمین اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن اور دیگر فرقوں کے علماء نے بھی سرسید احمد خان کی تکفیر کے چند فتاویٰ جات ملاحظہ فرمائیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجددین و ملت الشاہ مولانا احمد رضا
خان محدث بریلوی رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

آپ ایک سائل کے جواب میں پر باطل فرقوں کے خدا کی ذات پر ایمان نہ ہونے کے بیان میں نیچریوں کے متعلق فرماتے ہیں:

”نیچری ایسے کو خدا کہتا ہے جو نیچری ذبحیروں میں جکڑا ہے۔ اس کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا اور نیچر بھی اتنا جو نیچری کی سمجھ میں آئے جو اس کی ناقص عقل سے دور ہے معجزہ ہو یا قدرت سب پاور ہوا ہے۔ ایسے کو جس نے (خاک بدھن ملعوناں) جھوٹا دین اسلام بھیجا کہ اس میں باندی غلام بنانا حلال کیا اور وہ دین جس میں باندی غلام بنانا حلال ہوا ہو نیچری کے نزدیک خدا کی طرف سے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ایسے کو جس نے بدتوں اسلام میں اپنی خلاف مرضی باتیں ناپاک چیزیں اصلی ظلم ٹھیٹھا انصافی روا رکھی ایسی بد باتیں بہائم کی حرکتیں کہ ایک لحد کے لئے بھی یہ بات نہیں مانی جاسکتی کہ سچا مذہب تو خدا کی طرف سے اترا ہوا اس میں ایسے امور جائز ہوں ایسے کو جو ان سخت ظالموں ٹھیٹھا انصافیوں جانور سے بدتر وحشیوں کو جن کا چھوٹا بڑا اول سے آج تک ان ناپاکیوں پر اجماع کئے ہوئے ہیں خیر الامم کا خطاب دینا اور اپنے چنے ہوئے بندے کہتا ہے۔ ایسے کو جس نے کہا تو یہ کہ ”روشن آیتیں بھیجتا ہوں۔ تمہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہوں“ اور کہا یہ کہ ”جو کبھی کہہ مکرئی کبھی تمثیلی داستان پہیلیاں چیتاں لفظ کچھ مراد کچھ جو لفظ عرفا کسی طرح اس کا مفہوم نہ ہو۔ فرشتے آسمان جن شیطان بہشت

دوزخ حشر اجسادی معجزات سب باتیں بتائیں اور بتائیں بھی کہیں ایمانیات ٹھہرائیں اور من میں یہ کہ درحقیقت یہ کچھ نہیں یونہی طوطا بیٹا کی سی کہانیاں کہہ سنا سیں وغیرہ وغیرہ غرافات ملعونہ کیا۔ انہوں نے خدا کو مانا حاشا للہ!

سُبْحَانَ رَبِّ الْعَرْشِ عَنَّا يَصِفُونَ (نہاوی رضویہ جلد)

(۲) سوال میں پوچھا گیا ہے کہ کیا سرسید ”سید“ تھا۔ فرماتے ہیں: ”وہ تو ایک خبیث مرتد تھا۔ حدیث میں ارشاد فرمایا:

لَا تَقُولُوا لِلْمَنَافِقِ سَيِّدًا فَإِنَّهُ إِن يَكُنْ سَيِّدًا كَمَا فَقَدْنَا سَخَطُكُمُ رَبُّكُمْ

”منافق کو سید نہ کہو اگر وہ تمہارا سید ہوا تو یقیناً تم نے اپنے رب عزوجل کو غضب دلایا“ (ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ سوم صفحہ ۳۵۳ مطبوعہ محمد علی کارخانہ اسلامی کتب کراچی)

(۳) اپنے رسالہ امور عشرین در امتیاز عقائد سنہین امرا ولی لکھتے ہیں کہ ”سرسید احمد خان علی گڑھی اور اس کے تبعین سب کفار ہیں۔“

(نہاوی رضویہ جلد ۲۹ صفحہ ۶۱۵)

(۴) (اسم احمد اور اسم محمد کے فضائل کی احادیث) فقیر نے اپنے فتاویٰ میں متعدد جگہ لکھیں تو محمد بن عبد الوہاب نجدی وغیرہ گمراہوں کے لئے ان حدیثوں میں اصل بشارت نہیں۔ کہ سید احمد خان کی طرح کفار جن کا مسلک کفر قطعی کہ کافر پر تو جنت کی ہوا تک یقیناً حرام ہے۔ (نہاوی رضویہ جلد ۲۳ صفحہ ۶۸۸)

(۵) تو ان میں سے نیچری سید احمد کو علیہ ما علیہ کے پیروکار ہیں (کوئی نسبت ہے کول کی طرف کاف مضمومہ اور والد غیرہ مشیعہ کے ساتھ ہندوستان کے شہروں میں سے ایک شہر ہے جسے علی گڑھ بھی کہتے ہیں)

سنہ ۱۲۳۲ھ بمطابق ۱۸۱۶ء

(اور لفظ سید پر تعریف کے لئے الف لام داخل کرنا عربیت کے لحاظ سے جائز نہیں اور نہ شرعاً حلال ہے اس لئے) (کہ عربیت کے لحاظ سے جائز نہیں اور نہ شرعاً حلال ہے اس لئے) (کہ عربیت کے لحاظ سے لام تعریف کے دخول کے غیر صحیح ہونے کی وجہ یہ ہے) کہ لفظ سید اس کے علم مرکب کا جز ہے اور ایسے اعلام پر الف لام داخل نہیں ہوتا۔ اور جب الف لام داخل کرو ایسے علم پر تو ایسی صورت میں تھے اسے جزیت علم سے خارج کر کے وصفیت کی طرف پہنچا دیا لہذا تم نے کافر کو سیادت سے موصوف کیا۔ حالانکہ سید العالمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافق کو سید نہ کہو اس لئے کہ اگر منافق سید ہو (تمہارے نزدیک) تو بے شک تم نے رب کو ناراض کیا اس حدیث کو ابو داؤد و نسائی نے سند صحیح اور حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور حاکم کے لفظ یہ ہیں۔ اگر آدمی منافق کو یا سید کہے تو بے شک اس نے اپنے رب عزوجل کو ناراض کیا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ)۔

تو یہ نیچری اکثر ضروریات دین کے منکر ہیں اسے اپنے من چاہے معنی کی طرف پھیرتے ہیں تو کہتے ہیں نہ جنت ہے نہ دوزخ نہ حشر اجسام (یعنی قیامت میں زندہ اٹھایا جانا) نہ کوئی فرشتہ ہے نہ کوئی جن نہ آسمان ہے نہ اسراء اور نہ معجزہ اور (ان کا گمان ہے) موسیٰ کی لٹھی میں پارہ تھا تو جب اس کو دھوپ لگتی وہ لٹھی ہلتی تھی اور سندھ کو پھاڑ دینا بد و جزر کے سوا کچھ نہیں تھا اور غلام بنانا وحشیوں کا کام ہے اور ہر وہ شریعت جو اس کا حکم لائی تو وہ حکم اللہ کی طرف سے نہیں اس کے علاوہ ان گنت اور بے شمار کفریات اس کے ساتھ منضم ہیں اور یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی بڑی تمام احادیث کو رد کرتے ہیں اور اپنے زعم میں قرآن کے سوا کچھ نہیں مانتے اور قرآن کو بھی نہیں مانتے مگر اسی صورت میں جب وہ ان کی بے ہودہ رائے کے موافق ہو اب اگر قرآن میں ایسی چیز دیکھتے جو ان کے ان اوہام عادیہ رسمہ کے مناسب نہیں جنہیں انہوں نے اپنا اصول ٹھہرایا جس اصول کا نام ان کے نزدیک نیچر ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی آیتوں کو تحریف

معنوی کے ذریعہ سے رد کرنا واجب مانتے ہیں۔ خاص طور پر جب قرآنی آیات میں ایسی کوئی بات ہو جو نصرانیوں کی تحقیقات جدیدہ اور یورپ کی تراشیدہ تہذیب کے مخالف ہو (اور یہ نسبت ہے ”زور با“ کی طرف جو مغرب ہے یورپ کا) جیسے آسمانوں کا وجود جس کے بیان کے ساتھ قرآن عظیم اور تمام کتب الہیہ کے سمندر موجیں مار رہے ہیں اور جیسے سورج کی حرکت جس پر اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد میں نص فرمائی گئی کہ فرمایا: وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا (سورۃ النبی آیت ۳۸) اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لئے (کنز الایمان) اور اللہ نے فرمایا: الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ (سورۃ الرحمن آیت ۵) سورج اور چاند حساب سے ہیں (کنز الایمان) اس کے علاوہ اور خرافات ہیں یہاں تک کہ مردار مرغی (جو دم گھٹ کے مر جائے) کو حلال ٹھہرایا اور کھڑے ہو کر پیشاب کرنا اور نصرانی سخت کے ناپاک موزوں میں نماز پڑھنا سنت ٹھہرایا یہ سب نصرانیوں کی محبت میں ہے اور اللہ اور اس کے رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابلے کے لئے کیا۔ (المحمد السید صفحہ ۳۳۰ تا ۳۳۱ مکتبہ برکات الدین)

(۲) مصنف تفسیر حقانی جناب مولوی عبدالحق دہلوی صاحب کا فتویٰ:

”وہی فرقة حدثت في زماننا هذا ينكرون نعباء الجنة وكيفيات العذاب الواردة في القرآن و ينكرون وجود الملائكة و وجود جبرئيل والجن و خوارق العادات والمعجزات و يتسكون بالتأويلات الفاسدة التي لا يساعدها العقل والنقل و انما ذلك تقليد ملاحدة اليهود و اما مهم في ذلك السيد احمد خان الدهلوی“

ترجمہ: اور وہ ایک فرقہ ہے جو ہمارے زمانے میں پیدا ہوا یہ جنت کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں اور عذاب کی کیفیت جو قرآن کریم میں وارد ہوئی اس کا انکار کرتے ہیں اور وجود ملائکہ وجود جبریل جنوں کے وجود اور خارق

عادات اور معجزات کے منکر ہیں اور وہ دلیل پکڑتے ہیں۔ ایسی تاویلات قاسدہ سے کہ جس کی طرف عقل و نقل نہیں جاتی اور یہ یورپ کے طہرین کی تقلید ہے اور ان کا امام ان باتوں میں سید احمد خان ہے۔

(حاشیہ النامی شرح الحسامی صفحہ ۳۱ مطبوعہ مکتبہ العلوم اسلامیہ لاہور)

غیر مقلد مکتبہ فکر کے علامہ ثناء اللہ امرتسری کا فتویٰ

سوال: سر سید احمد خان مرحوم حنفی تھے یا اہلحدیث؟

جواب: سر سید احمد خان نہ حنفی تھے نہ اہلحدیث بلکہ وہ محض اہل قرآن تھے حدیث

کے منکر تھے۔ (فتاویٰ ثانیہ جلد ۷ صفحہ ۷۷ مطبوعہ مکتبہ ثانیہ)

غیر مقلد عالم عبداللہ روپڑی کا فتویٰ

(سر) سید احمد نیچری نے تفسیر لکھی تو قرآن کریم کے تمام معجزات اور خارق عادات کی تاویل کر ڈالی مثلاً موسیٰ علیہ السلام کا عصا کے ساتھ پتھر پر مارنا اور اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑنے کا مطلب یہ لیا کہ عصا ٹیک کر پہاڑوں میں چلے کہیں اتفاقاً بارہ چشمے مل گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو خواب میں سیر کرائی گئی ملائکہ و شیاطین سے مراد ٹیک اخلاق اور بد اخلاق ہیں یہاں تک کہ جنت و دوزخ بھی روحانی معاملہ ہے۔ روحوں کی خوشی اور تکلیف ہی جنت و دوزخ ہے۔

(مردودی مسلک مصنف عبداللہ روپڑی مشمولہ کتاب جماعت اسلامی کو پچھائے صفحہ ۹۷)

غیر مقلد مفسر صلاح الدین یوسف کا فتویٰ

سر سید احمد خان صاحب قرآن و حدیث کو نیچر (قانون قدرت یا فطرت) کی عینک سے دیکھتے تھے اس لئے ان کا اور ان کے ہم نواؤں کا تعارف علمی و دینی حلقوں میں نیچری کے لقب سے ہوتا تھا۔ گویا یہ لفظ سر سید کے مکتبہ فکر کا عنوان ہے۔

آگے لکھتے ہیں:

بہت ہی کم لوگوں کو معلوم ہے کہ حدیث پاک کيخلاف چلائے ہوئے شکوک و شبہات کے فتنے کا سرچشمہ عیسائی مشنریاں اور ان کے بعد علی گڑھ یونیورسٹی کے بانی جناب سر سید احمد خان اور ان کی پارٹی کے لوگ تھے۔

(الاعتصام اشاعت خاص مارچ ۲۰۰۵ء صفحہ ۷۳۶)

دہابی مولوی عبدالرحمن کیلافی کا فتویٰ

ملت کے بیشتر فرقوں کا آپ کے کفر کے فتویٰ پر اجماع اس بات کی دلیل ہے کہ سید صاحب اسلام کے اصولی عقدہ و نظریات پر حملہ آور ہوئے تھے۔ کسی ایک فرقہ کا دوسرے کو کافر سمجھنا اور بات ہے اور اکثر فرقوں کا مل کر کسی ایک شخص و فرقہ کے متعلق کفر کا فتویٰ متفقہ طور پر صادر کرنا اور بات ہے۔ جب اکثر فرقوں کا اجماع ہو جائے تو اس میں شک کی کوئی گنجائش باقی نہیں۔

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۶ مطبوعہ مکتبہ الاسلام و سن پورہ دل ہور)

دہابی مولوی فیض عالم صدیقی کا فتویٰ

اسی ذہنی بے راہ روی نے ان سے قرآن و رسالت و معجزات حدیث فقہ ایمان ملائکہ جنت دوزخ نماز حج زکوٰۃ اور روزہ وغیرہ کے متعلق عجیب عجیب باتیں کہلوائیں جن لوگوں کی نظر سے تفسیر احمدی یا خطبات احمدی گزرے ہوں گے وہ جانتے ہیں کہ ان باتوں کی تاویلات میں آپ نے کیا کیا ٹاک ٹوئے مارے ہیں۔ میں یہاں صرف اس قدر بتانا چاہتا ہوں سر سید نے کس قدر گستاخی اور بے باکی سے قرآنی مفہوم نہیں بلکہ صاف ترجمہ کو غلط طور پر بیان کرنے میں کتنی بددیانتی دکھائی ہے۔ باقی امور کی تاویلات کا احاطہ کرنا تو ایک طویل فرست کا متقاضی ہے۔

(اختلاف امت کا الیہ صفحہ ۲۳ مطبوعہ عبدالنواب اکیڈمی ملتان)

غیر مقلد مولوی فضل الرحمن بن میاں محمد

ایم اے عربی ایم اسلامیات شریعت کورس جامعہ اظہر

سر سید احمد نے مسلمانوں کو انگریزی تعلیم سے آراستہ تو کر دیا لیکن ان کو روحانیت سے خالی کر کے مادیت میں مشغول کر دیا۔ انگریزوں کے قریب تو کر دیا لیکن خود مسلمانوں سے دور کر دیا۔ مسلمانوں میں انکار حدیث رسول اللہ اور معجزات کا فتنہ برپا کر دیا۔ (کتاب حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری صفحہ ۵۵)

دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی کا فتویٰ

(۱) ایک سوال کے جواب میں جو کچھ لکھا ہے اس میں سے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں۔ لکھتے ہیں کہ:

”زیادہ سرسید ہی نے ہندوستان میں نیچریت کی بنیاد ڈالی تھی۔ گو اس سے پہلے بھی اس خیال کے لوگ تھے مگر بہت کم اس وقت یہ بات نہ تھی جو کالج علی گڑھ کی بنیاد پڑنے کے بعد پیدا ہو گئی اور اس وقت یہ علماء ہی پر الزام تھا کہ یہ سرسید کے اس فعل کو بری نظروں سے دیکھتے ہیں اور ترقی کے مانع ہیں مگر اس تحریک خلافت کے بعد خود وہاں ہی کے تعلیم یافتہ جو آج کل بڑے لیڈر اور عقلاء کہلاتے ہیں ان سب نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ یہ انگریزیت اور دہریت اور نیچریت اس علی گڑھ کالج کی بدولت ہندوستان میں پھیلی ہے۔ اس کی بدولت لوگوں کے دین و ایمان برباد ہوئے۔“

چند سطور کے بعد لکھتے ہیں کہ

”وہاں نصوص اور احادیث کا انکار حضور کی معراج جسمانی کا انکار اور کثرت سے خرافات ہانکتے ہیں۔“ اس پر بھی معتقدین کہتے ہیں کہ ”اسلام اور مسلمانوں کا خیر خواہ اور ہمدرد تھا نہ معلوم وہ خیر خواہی اور ہمدردی کون سی قسم کے مسلمانوں اور کون سے اسلام کی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عالم میں تشریف لا کر جس اسلام کی تبلیغ کی اور جیسا مسلمان بنایا اس اسلام اور مسلمانوں کی تواضعی خاصی دشمنی تھی۔“

(الاقاضات الیومیہ، ملفوظ نمبر ۶۵ جلد ۵ ص ۲۳۱ مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور کراچی)

(۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ

”سرسید احمد خان کی وجہ سے بڑی گمراہی پھیلی یہ نیچریت زینہ ہے اور جز ہے الحاد کی۔ اس سے پھر شاخیں چلی ہیں۔ یہ قادیانی اس نیچریت کا اول شکار ہوا۔ آخر یہاں تک فوبت پہنچی کہ استاد یعنی سرسید احمد خان سے بھی بازی لے گیا کہ نبوت کا مدعی بن بیٹھا۔“

(الاقاضات الیومیہ، ملفوظ نمبر ۳۸ جلد ۶ ص ۲۸۳ ادارہ اسلامیات لاہور کراچی)

(۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ حسب دنیا پکارنے والے سب سرسید احمد خان کے چیلے چانٹے ہیں وہ یہی گیت گاتے گاتے بیچارے مر گئے اور اب ان کی باری ہے عمر گزر گئی ان لوگوں کی صدائیں ہوئے ترقی ترقی لیکن اس معنی کا حل ہی نہ ہوا کہ آخر ان کا منشا ہے کیا۔ نصوص کا انکار ہے صاف تو کہتے نہیں مگر قرآن و حدیث میں کثرت تحریف کرنا یہ ان لوگوں کا شغل غالب ہے جس سے انکار نصوص کا شبہ ہوتا ہے۔ (الاقاضات الیومیہ، ملفوظ نمبر ۳۸ جلد ۶ ص ۳۳۱)

یوسف بخوری دیوبندی کا فتویٰ

مولوی انور شاہ کشمیری کی تصنیف ”مشکلات القرآن“ کے مقدمہ ”تمتیمہ ابیان“ ص ۳۰ پر سرسید احمد خان کے کفریات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وہو رجل زندق ملحد او جاہل ضال“

”یعنی وہ مرد زندق ملحد یا جاہل گمراہ ہے“

و بانی ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کا فتویٰ

”مجھ کو ان کے معتقدات باسرا تسلیم نہیں۔ سید احمد خان صاحب کی تفسیر

ایک دوست کے پاس دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ میرے نزدیک وہ تفسیر ”دیوان حافظ“ کی ان شروح سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی جن کے مصنفین نے چوتروں سے کان گانٹھ کر سارے دیوان کو کتاب تصوف بنانا چاہا۔ جو معانی سید احمد خان صاحب نے منطوق آیات قرآنی سے اپنے چندار میں استنباط کئے (اور میرے نزدیک زبردستی مڑھے اور چپکائے) قرآن کے منزل من اللہ ہونے سے انکار کرنا سہل ہے اور ان معانی کو ماننا مشکل..... یہ وہ معنی ہیں جن کی طرف نہ خدا کا ذہن منتقل ہوا نہ جبریل حامل وحی کا نہ رسول خدا کا نہ قرآن کے کاتب و مدون کا نہ اصحاب کا نہ تابعین کا نہ تبع تابعین کا نہ جمہور مسلمین کا۔ (موعظہ حسنیہ پٹی نذیر احمد دہلوی صفحہ ۷۵ بحوالہ نقشبندیہ سرسید)

ہندوستان کے علماء کا سرسید کے کفر پر اجماع
حالی پانی پتی لکھتا ہے:

اگرچہ مولوی امداد علی کی کوشش سرسید کے کفر و ارتداد کے فتوے حاصل کرنے میں حد غایت کو پہنچ گئی تھی، دلی رام پور امر وہہ مراد آباد بریلی، لکھنؤ، بھوپال اور دیگر مقامات کے ساتھ عالموں اور مولویوں اور واعظوں نے کفر کے فتوے پر مہر لگایا اور دستخط کئے تھے۔ گویا ہندوستان کے تمام اہل حل و عقد کا اس حکم پر اجماع ہو گیا تھا۔ صرف خدا کی طرف سے اس کی تصدیق اور تصویب باقی رہ گئی تھی سو مولوی علی بخش خان نے یہ کی پوری کر دی۔

(حیات جاوید، صفحہ ۵۲۳)

مکہ شریف میں مذاہب اربعہ کے چاروں مفتیوں کا فتویٰ

فتویٰ کا ماحاصل یہ ہے کہ ”یہ شخص ضال اور مضل ہے بلکہ وہ ابلیس لعین کا خلیفہ ہے کہ مسلمانوں کے اغواء کا ارادہ رکھتا ہے اور اس کا فتنہ یہود و نصاریٰ کے فتنے سے بھی بڑھ کر ہے خدا اس کو سمجھے واجب ہے اولوالامر پر اس شخص سے انتقام لینا اس کو تنبیہ کرنی چاہئے اور اگر جاہل ہو تو سمجھانا چاہئے پھر اگر باز آئے تو بہتر ہے ورنہ ضرب و جس سے اس کی تادیب کرنی چاہئے۔ اگر ذلالت اسلام میں کوئی صاحب غیرت ہو نہیں تو خدا اس کو سمجھے اور اس کی ضلالتوں اور رسوائیوں کی سزا دے گا۔ (حیات جاوید، صفحہ ۵۲۵)

مدینہ شریف کے شیخ محمد امین بابی مفتی احناف کا فتویٰ

جو کچھ درمختار اور اس کے حواشی سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کا ماحاصل یہ ہے کہ یہ شخص یا تو ملحد ہے یا شرع سے کفر کی کسی جانب مائل ہو گیا ہے یا زندقہ ہے کہ کوئی زمین نہیں رکھتا یا اباحتی ہے کیونکہ منجھ کا کھانا مباح بتلاتا ہے اور اہل

مذہب (حنفی) کے بیانات سے مفہوم ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کی توبہ گرفتاری کے بعد قبول نہیں ہوتی۔ پس اگر اس شخص نے گرفتاری سے پہلے توبہ کر لی اور ان گمراہیوں سے رجوع کی اور توبہ کی علامتیں اس سے ظاہر ہو گئیں تو قتل نہ کیا جائے ورنہ اس کا قتل واجب ہے دین کی حفاظت کے لئے اور ولایت امر پر واجب ہے کہ ایسا کریں۔“ (حیات جاوید صفحہ ۵۳۶)

انہیں حوالہ جات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو نافع خاص و عام بنائے میری اس کاوش کو اللہ تعالیٰ قبول فرما کر میری میرے والدین اور جملہ صحیح العقیدہ اساتذہ و احباب کی بخشش کا ذریعہ بنائے آمین۔ بجا و النبی الکریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم والہ واصحابہ اجمعین۔

دعوت فکر و عمل

- (۱) اپنے ایمان و عقیدے کو مسلک اہل سنت و جماعت کے مطابق رکھیے جو صحابہ کرام اور اسلاف عظام بزرگان دین اور امام احمد رضا قادری قدس سرہ کا مسلک تھا۔
- (۲) نماز روزہ حج و زکوٰۃ تمام ترکوشش سے ادا کیجئے کہ کوئی ریاضت مجاہدہ ان فرائض کی ادائیگی کے برابر نہیں۔
- (۳) تمام گمراہ فرقوں سے بچئے اور آئندہ نسل کو ان کے زہریلے اثرات سے محفوظ رکھنے کی پوری کوشش کیجئے۔
- (۴) ایک سچے مسلمان بن کر زندگی گزاریئے اور اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کیجئے۔
- (۵) جزوی اور معمولی باتوں کو اختلاف و شقاق کا ذریعہ نہ بنائیئے اختلاف سے بہر حال دور رہیئے۔
- (۶) آپ کو اسلام پسند ہے تو کفار و مشرکین کو بھی اسلام کی دعوت دیجیئے تاکہ خدا کی زمین پر خدا کا دین برپا ہو اور اسلام کا علم چاروں طرف لہراتا نظر آئے۔
- (۷) حسن اخلاق کے پیکر بن جائیئے بدظلتی اور ترش روی کو دور بھاگیئے اور دوسروں کو اپنے اچھے اخلاق سے متاثر کرنے کی کوشش کیجئے۔
- (۸) غیروں کو اپنا بنائیئے اور انہوں کو دور ہونے سے بچائیئے۔
- (۹) بدکرداری فحاشی و بے حیائی اور بددیانتی سے معاشرے کو پاک کرنے کے لیے جذبہ جہاد سے کام لیجئے ہر کام میں اخلاص و اللہیت کو جگہ دیجئے خود غرضی و جاہ طلبی کے مذموم جذبے سے اپنے کو پاک کیجئے۔
- (۱۰) آج معاشرے میں برائیوں نے جڑ پکڑ لی ہے اور گناہوں کا رنگ موٹا ہو چکا ہے اس لیے اصلاحی اقدامات کو تسلسل کے ساتھ انجام دینے کی سخت ضرورت ہے۔
- (۱۱) اپنے اسلامی بھائیوں کو نیکیوں کی دعوت دیجئے برائیوں سے بچائیئے اور خود بھی نیکیوں سے آراستہ ہو کر برائیوں کا مقابلہ کیجئے تاکہ اصلاحی تدابیر زیادہ موثر ہوں۔

(۱۲) حلال کمانے اور حلال ہی کھانے کی حادث ڈالنے کہ کھانے پینے کا ذہن و ضمیر پر براہ راست اثر پڑتا ہے آدمی جیسا کھاتا ہے اس کا باطن بھی ویسا ہی بنتا ہے۔

(۱۳) حرام مال سے بہ شدت بچنے کہ اس کا وبال بہت ہی سخت ہے حرام کھانے والوں کا ٹھکانا حدیث میں جہنم بتایا گیا ہے۔

(۱۴) معاملات کی صفائی وعدہ وفا کی اور سچائی کو اپنا شعار بنائے۔

(۱۵) قرض سے دور بھاگے اور اگر قرض ہو گیا ہو تو جلد تر ادا کیجئے کہ شہید کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں مگر قرض معاف نہیں ہوتا ہے اور قیامت کے دن اس کا انجام بہت بدیائیک ہوگا۔

(۱۶) والدین، بہنوں، بھائیوں اور پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی کے لیے بھرپور کوشش کیجئے کسی کا حق غصب کر کے غضب الہی کو دعوت مت دیجئے۔

(۱۷) اپنی بچیوں کی شادی کے لیے صحیح العقیدہ اور نیک لڑکے اور بیٹوں کے لیے نیک لڑکی تلاش کیجئے۔

(۱۸) جہیز کی مانگ سے یکلفت پرہیز کیجئے کہ جہیز مانگنا بھیک مانگنا برابر ہے دونوں حرام اور ہر انجام ہیں۔

(۱۹) روزانہ ایک پارہ یا نصف پارہ کلام پاک کی تلاوت کیجئے اور اس کو سمجھنے کے لیے ترجمہ کلام پاک کنزالایمان مع خزائن العرفان کو مطالعہ میں رکھیے۔

(۲۰) اپنی اولاد کو اچھی تعلیم و تربیت سے آراستہ کیجئے کہ اولاد کے بارے میں بھی قیامت کے دن سوال ہوگا۔

(۲۱) دین کا ہر کام اور تمام عبادتیں صرف خدا کی رضا و خوشنودی کے لیے انجام دیجئے اور ریادہ نمائش سے پرہیز کیجئے۔

(۲۲) میلاد شریف کی محافل میں شیرینی کے ساتھ علمائے اہل سنت کی دینی کتابیں بھی تقسیم کیجئے تاکہ دینی تعلیم کو فروغ ہو۔

(۲۳) ہر شہر ہر قریہ میں اسلامی دینی لائبریریاں قائم کیجئے اور اس میں علمائے اہل سنت کا لٹریچر ذخیرہ کیجئے کہ یہ تبلیغ دین کا بہترین ذریعہ ہے۔

از: عبید بن نعانی قادری مصباحی

سر سید احمد خاں کے عقائد و نظریات

۱۔ خدا تعالیٰ کی ذات و صفات اور اسماء افعال کے متعلق جو کچھ قرآن یا حدیثوں میں بیان ہوا سب بطریق مجاز و استعارہ و تمثیل کے بیان ہے۔

۲۔ معجزہ و دلیل نبوت نہیں۔

۳۔ بہشت و نذر حساب و کتاب، میزان، صراطِ جنت و دوزخ وہ بھی سب مجاز پر محمول ہے نہ کہ حقیقت پر۔

۴۔ جنگِ بدر جنین میں فرشتوں کا مدد کے لیے آنا ثابت نہیں۔

۵۔ قرآن کی طرح کوئی سورت یا آیات نہیں بنا سکتا اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایسا فصیح کلام کوئی نہیں بنا سکتا۔

۶۔ عہدِ ملوک اور عہدِ جدید کی کتابوں میں تحریفِ لفظی نہیں ہوئی۔

۷۔ مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ پھر آسمان تک معراجِ خواب میں تھی نہ کہ بیداری کی حالت میں۔

۸۔ جن جانوروں کو نصاریٰ نے گھلا گھونٹ کر مار ڈالا ان کا کھانا مسلمان کو حلال ہے۔

۹۔ عیسیٰ علیہ السلام کا بنِ باپ کے پیدا ہونا اور آسمان پر اٹھایا جانا ثابت نہیں۔

۱۰۔ قرآن مجید میں جو ہے کہ شبید زندہ ہے اس سے علودرجات مراد ہیں نہ کہ حقیقت میں زندہ ہونا۔

۱۱۔ جن کوئی مخلوق نہیں بلکہ انسان کے اندر نفسِ امارہ کو جن کہا گیا ہے۔

۱۲۔ فرشتے بھی انسان کے علاوہ کوئی اور مخلوق نہیں۔

۱۳۔ چور کے لیے ہاتھ کاٹنے کی سزا جو قرآن میں بیان ہوئی لازم نہیں۔

(حیاتِ جاوید ص ۵۰۱ تا ۵۰۸)

۱۴۔ اجماع و قیاس حجت شرعی نہیں

مکتبہ نوریہ بصیرت کراچی